سہ ماہی کتابی سلسلہ

قندیلِ سلیمان

۸

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۵ء

خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ، مکھڈ شریف (اٹک)

فخر چمنستان میروی حضرت صاحبزادہ فخر احمد میرویؒ (وصال پر ملال نومبر 2014)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سہ ماہی مجلّہ
اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۵ء

قندیلِ سلیماں

مکھڈ شریف (اٹک)

بفیضانِ نظر
شہبازِ چشت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ

بیادگار
حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ مکھڈ شریف

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا فتح الدین چشتی مدظلہ العالی

ہدیہ سالانہ پانچ سو روپے
فی شمارہ 150 روپے

سرکولیشن منیجر: فدا حسین ہاشمی — سرورق اینڈ کمپوزنگ: یاسر اقبال، اسلام آباد — تصاویر: محمد زاہد محمود

پرنٹرز/ پبلشرز:۔ نظامیہ دارالاشاعت خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی، مکھڈ شریف، (اٹک)

فون: 0334-8506343 ,0343-5894737 ,0346-8506343 ,0333-5456555

ای میل: sajidnizami92@yahoo.com

فہرستِ مندرجات

صلی اللہ علیہ وسلم

اداریہ

حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی محفل سجی ہے۔ دیوانے حاضرِ خدمت ہیں۔ احباب کو شرفِ انسانیت کا درس دیا جارہا ہے۔ آدابِ محفل سکھائے جارہے ہیں۔ زبانِ گوہرفشاں سے ارشاد ہوتا ہے کہ ادب یہ ہے کہ جب کسی مجلس میں آئیں تو جو خالی جگہ دیکھیں وہاں بیٹھ جائیں۔ یعنی جب پیر کی خدمت میں آئیں تو اونچی یا نیچی جگہ کے خیال میں نہ رہیں۔ جہاں بھی خالی جگہ دیکھیں، بیٹھ جائیں کہ آنے والے کی جگہ وہی ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کسی جگہ تشریف رکھتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم حلقہ بنائے سرکار ﷺ کے اطراف بیٹھے تھے۔ (اتنے میں) تین آدمی حاضر ہوئے ایک کو اس دائرے میں جگہ مل گئی وہ فوراً وہاں آکر بیٹھ گیا۔ دوسرے کو اس حلقے میں جگہ نہیں ملی وہ دائرے کے پیچھے بیٹھ گیا۔ تیسرے نے وہاں سے منہ موڑا اور واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ ابھی جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے خبر دی کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص آیا اور اسے حلقے کے اندر جگہ مل گئی اور وہاں بیٹھ گیا ہم اسے اپنی پناہ میں جگہ دیتے ہیں اور جس کو دائرے میں جگہ نہیں ملی اور وہ شرما کے حلقے کے پیچھے بیٹھ گیا ہم اس سے شرماتے ہیں۔ کل قیامت کے دن اس کو رسوا نہیں کریں گے۔ اور جو شخص منہ پھیر کر چلا گیا ہماری رحمت بھی اس سے منہ موڑتی ہے۔ اس کے بعد خواجہ ذکرہٗ بالخیر نے فرمایا کہ ادب یہ ہے کہ جو بھی آئے مجلس میں جہاں جگہ خالی پائے بیٹھ جائے اور اگر جگہ نہ ہو تو حلقے کے پیچھے، بیچ میں نہیں بیٹھنا چاہیے کہ جو بیچ میں بیٹھتا ہے وہ ملعون (لعنت کیا ہوا) ہوتا ہے!

''قندیلِ سلیماں'' کا آٹھواں شمارہ حاضر خدمت ہے۔ زیرِ نظر شمارے میں حضرت خواجہ فخر احمد میرویؒ کے احوال وآثار پر ایک گوشہ ترتیب دیا گیا ہے۔ خواجہ احمد میرویؒ کی خانقاہ کے چشم وچراغ خواجہ فخر احمد میرویؒ اگرچہ صرف ۴۶ سال جیے، لیکن خانقاہی نظام کے احیا کے لیے

زندگی بھر مصروفِ کار رہے۔ عشق رسول ﷺ کی شمعِ فروزاں کو لیے قرب و جوار کی تاریکیوں کو روشنیوں میں بدلنے کے خواہاں تھے۔ روشنیوں کا یہ استعارہ، اُجالوں کا ہم راہی آج ہم میں نہیں ،لیکن اُن کی یاد ہمارے دلوں میں فروزاں ہے۔ اور یہ اُسی یاد کی عطا ہے کہ ہم اُن کی محفل سجائے بیٹھے ہیں۔

مدیر

گوشۂ عقیدت

حمد

غلام محمد واصف

اللہ اللہ کہتے کہتے ہُو نظر آیا مجھے
ہُو میں جب میں گم ہوا تو، تُو نظر آیا مجھے

عرش پر تھا تو احد اور فرش پر احمد بنا
میم کے پردے میں حائل تُو نظر آیا مجھے

میرے دِل پر جب لگی تھی ضرب اللہ اللہ کی
فرش سے لے عرش تک بس تُو نظر آیا مجھے

جب چڑھے منصور سولی، تو کہا غلطی ہے کیا
حق انا الحق کہہ رہا، بس تُو نظر آیا مجھے

میرے مرشد نے پلائی ہے مجھے ایسی شراب
جس طرف ڈالی نظر، بس تُو نظر آیا مجھے

☆☆☆☆

نعتِ رسول مقبول ﷺ

حافظ مظہر الدینؒ

دیکھ کر حُسن و جمالِ رُخِ بابِ جبریل
وَجد میں آئے نہ کیوں رُوحِ جنابِ جبریل

میرا ہر شعر حسیں ہے ملکوتی نغمہ
میرا ہر مصرعِ موزوں ہے شبابِ جبریل

مدحِ خواجہ کے لیے ، وصفِ پیمبر کے لیے
مجھے بخشی ہے خدا نے تب و تابِ جبریل

منظرِ صبح ہو یا جلوۂ شامِ رنگیں
مجھ سے رہتا ہے بہر طَور خطابِ جبریل

نعت میں عالمِ انوار سے کیف آتا ہے
نعت ہوتی ہے بتائیدِ جنابِ جبریل

بابِ جبریل کی کیا شان ہے اللہ اللہ
بوسہ گاہِ لبِ جبریل ہے بابِ جبریل

چُھپ کے آتے تو یہ توہینِ رسالت ہوتی
سرورِ دیں کے لیے کب تھا حجابِ جبریل

شعر میں بادۂ الہام کی تاثیر نہ ہو
دلِ شاعر پہ جو برسے نہ سحابِ جبریل

اِسی صہبا سے تھے حسانؓ و بوصیریؒ سرشار
شکرِ حق میں بھی ہوں مستِ مئے نابِ جبریل

علمِ جبریل میں ہیں سارے ثنا خوانِ رسول
میرے دیواں بھی ہوں شامل بحسابِ جبریل

کون لا سکتا ہے محبوبِ دو عالم کی مثال ؟
جب کہ ممکن نہیں دُنیا میں جوابِ جبریل

جلوۂ حُسنِ محمد کا ہے اِک عکسِ جمیل
سرمدی نُور کہ ہے زیرِ نقابِ جبریل

سجدۂ شکر بجا لاؤں گا سر مستی میں
کہ مری رُوح پہ اُتری ہے کتابِ جبریل

☆☆☆☆☆☆

عمِّ نبی حضرت عباسؓ کے ایمان کا بیان

حفیظ جالندھری

عمِّ نبی حضرت عباسؓ اور فدیۂ جنگ

بنی ہاشم میں دولت مند تھے عباس اسیروں میں
عرب میں تھا شمار ان کا بڑے بھاری امیروں میں

نبی کو بھی اگرچہ رنج تھا آلام پر اُن کے
کہ مکے میں بہت احسان تھے اسلام پر اُن کے

مگر قائم تھے اپنے کفر کی رسمِ جہالت پر
نہ لائے تھے ابھی ایماں خدا پر اور رسالت پر

یہ وقتِ جنگ حملہ آوروں کے ساتھ آئے تھے
سرِ میداں مجاہد غازیوں کے ہاتھ آئے تھے

رسول اللہ سے انصار نے اِن کی سفارش کی
اِنھیں فدیے سے مستثنیٰ کیا جائے گزارش کی

کہ عبدالمطلب کے خون کا ہم پاس رکھتے ہیں
قریبی رشتہ ہم سے حمزہؓ و عباسؓ رکھتے ہیں

ہمارے اِن کے آپس میں تعلق ہیں بہت گہرے
ہم اِن سے فدیہ کیا لیں یہ ہمارے بھانجے ٹھہرے

نبی نے کر دیا انکار لیکن اس رعایت سے
کہ شانِ عدل بالا تھی عزیزوں کی حمایت سے

حضرت عباسؓ کا فدیہ دینے میں تامل اور آنحضرت ﷺ کا معجزہ

بلایا آپ نے عباسؓ کو اپنی حضوری میں
کہا فدیہ ادا کرنا ہے ارکانِ ضروری میں

عقیل و نوفل و عتبہ، جنھیں تم ساتھ لائے تھے
تمہارے ہی سبب سے جو کہ بہرِ جنگ آئے تھے

تمھیں واجب ہے ان تینوں کا فدیہ بھی ادا کرنا
نہیں ممکن بغیر اس کے تمہارا اَب رہا کرنا

لگے عباسؓ یہ سن کر بڑی چون و چرا کرنے
بہت سے دام و درہم اُن کو پڑتے تھے ادا کرنے

بنی ہاشم میں سب سے مقدرت اور شان والے تھے
اسی باعث یہ سب قیدی انھی کے سر پہ ڈالے تھے

کہا عباسؓ نے میں آج کل معذور ہوں صاحب
رقم اتنی کہاں سے لاؤں خود مجبور ہوں صاحب

بہانے سے کیا اظہارِ غربت یوں جو سر دھن کر
رسول اللہ کے لب پر تبسم آگیا سن کر

کہا جب شرکتِ اعدا کی نیت کر کے آئے تھے
تو ام الفضل سے وہ کیا وصیت کر کے آئے تھے

تمہارے لفظ تھے عباس اگر مارا بھی جائے گا
تو یہ اتنا اثاثہ ہے تمہارے کام آئے گا

یہ حصہ فضل کا ہے اور باقی مال جتنا ہے
عبیداللہ کا اتنا ہے عبداللہ کا اتنا ہے

وہ دولت سب ہے ام الفضل کی تحویل میں اب تک
یہ جرمانہ ادا کردو چھپاؤ گے بھلا کب تک

حضرت عباسؓ کا ایمان

مگر اظہارِ باطن تھا بیانِ ملہمِ صادق
یہ تازہ معجزہ تھا بر زبانِ ملہمِ صادق
جنابِ حضرتِ عباس پر رَعشہ ہوا طاری
کہ پیغمبر تو رکھتا ہے دِلوں کی بھی خبرداری
پکار اُٹھے بحالِ وَجد میں ایمان لے آیا
بجا ہے، راست ہے جو کچھ رسول اللہ نے فرمایا
یہ سچ ہے جب میں بہر جنگ نیت کر کے نکلا تھا
تو اتنے مال کی گھر میں وصیت کر کے نکلا تھا
میری زوجہ تھی یا میں تھا، وہاں کوئی نہ تھا اُس دم
تھے ہم دونوں ہمارے درمیاں کوئی نہ تھا اُس دم
محمد کا سخن اظہار ہے حق و عدالت کا
بہ دِل اقرار کرتا ہوں میں توحید و رسالت کا
یہ کہہ کر جنگ کرنے کا ازالہ کر دیا سارا
اسیرانِ بنی ہاشم کا فدیہ بھر دیا سارا

[شاہنامۂ اسلام]

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملفوظ حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ

اسی سال ماہِ صفر کی سترھویں (تاریخ) منگل کو دست بوسی کی دولت میسر آئی۔ درویشوں کے اعلیٰ اور اچھے اخلاق کا ذکر نکلا۔ ارشاد ہوا کہ ایک رات کوئی چور شیخ احمد نہروالی علیہ الرحمۃ والرضوان کے گھر میں گھس آیا اور یہ شیخ احمد جُلاہے تھے۔ چور سارے گھر میں پھرا، مگر اسے کچھ نہ ملا۔ واپس جانا چاہتا تھا، کہ شیخ احمد نے آواز دی اور قسم دی کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ پھر اپنے کرگھے میں ہاتھ ڈالا اور جو دھاگہ تانے بانے میں تھا اِس سے سات گز کپڑا بُنا جا چکا تھا۔ وہ سات گز کپڑا دھاگے سے الگ کیا اور چور کی طرف پھینک کر کہا کہ لے جاؤ۔ چور نے کپڑا اٹھایا اور چلا گیا۔ دوسرے روز وہ چور اور اس کی ماں اور اس کا باپ سب آئے اور سر شیخ احمد کے پیروں میں رکھ دیے اور اِس کام سے توبہ کی۔

[فوائد الفواد، جلد پنجم، اٹھائیسویں مجلس

منقبت حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ

محمد انور بابر چشتی

بادشاہِ عارفاں ہیں شہ سلیمانؒ تونسوی
شاہبازِ لامکاں ہیں شہ سلیمانؒ تونسوی

مخزنِ جود و سخا ہیں پیکرِ شانِ خدا
دستگیرِ دو جہاں ہیں شاہ سلیمانؒ تونسوی

ہو گئی پُر نور دنیا آپ کے انوار سے
آفتابِ ضوفشاں ہیں شہ سلیمانؒ تونسوی

وہ مکینِ لا مکاں ہیں ، زینتِ عرشِ بریں
رونقِ بزمِ جہاں ہیں، شہ سلیمانؒ تونسوی

وہ رموزِ ظاہری سے ، باطنی سے آشنا
علم کے بحرِ رواں ہیں ، شہ سلیمانؒ تونسوی

آئے ہیں شاہ و گدا سب آپ کے دربار پر
سَر جُھکاتے انس و جاں ہیں شہ سلیمانؒ تونسوی

بے گماں پیر پٹھاں ہیں ، تاجدارِ چشتیاں
غوث ہیں، قُطبِ زماں ہیں شہ سلیمانؒ تونسوی

خادمانِ اولیاء کی ، خواجگانِ چشت کی!
قلب و جاں، روحِ رواں ہیں شہ سلیمانؒ تونسوی

عقل سے بالا ہے انورؔ اُن کا اعلیٰ مرتبہ
واقفِ سرِّ نہاں ہیں شہ سلیمانؒ تونسوی

☆☆☆

منقبت حضرت خواجہ نظام الدینؒ تونسوی

خواجہ عابد نظامی

پاک باز و نیک سیرت ، خوش ادا
اہلِ دل ، صاحب نظر ، مردِ خدا

رہبرِ راہِ حقیقت ، عبدہ
پاک فطرت، پاک طینت، پاک خُو

جانشینِ مصطفیٰ ، عالی مقام
چشتیوں کے راہبر ، مرشد امام

تیری الفت سے یہ دل آباد ہے
تیرا کردارِ حسینی یاد ہے

نور برسے قبر پر تیری سدا
فیض پائیں لوگ، سب صبح و مسا

☆☆☆☆☆

نامۂ اعمال دیکھ !

علامہ مفتی آفتاب احمد رضوی ☆

دن بدن زوال بڑھتا جا رہا ہے۔ اچھائی اور بھلائی کے آثار معدوم اور نیست و نابود ہوتے جا رہے ہیں۔ امید مایوسی کی طرف رواں دواں ہیں۔ خیر، شر کی ریشاں دوانیوں سے نالاں کناں ہیں۔ عالمی سطح پر حق کو محدود اور مقید کرنے کی تابڑ توڑ کوشش کی جا رہی ہے۔ اہلِ حق پر زمین باوجود وسعت کے تنگ کی جا رہی ہے۔ نبیٔ غیب دان ﷺ نے بروقت خبردار فرمایا اور مطلع فرمایا

لا تقوم الساعة حتی یکون اسعد الناس بالدنیا لکع ابن لکع .

ترجمہ: قیامت قائم نہیں ہوئی حتی کہ کامیاب ترین شخص خبیث ابنِ خبیث ہو گیا۔ [ترمذی]

بڑے بڑے صاحب، ذلیل، رذیل، فاسق، فاجر لوگوں کی دست بُرد سے محفوظ نہیں رہیں گے۔ خرد بُرد، دھاندلی، حرام خوری، حق تلفی، اقربا پروری، دھن دولت کی پوجا پاٹ، یہ سب اِن ذلیلوں کے کارنامے ہیں۔ قوم کو جانوروں کی طرح ہانکنے والے انسان کی تذلیل کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ خُبثِ باطنی کے پیکر، دین سے عاری اور شریعت سے باغی ہوا کرتے ہیں۔ وہ محض دیکھا دیکھی، اپنے مزعومہ خیالات، رسم و رواج، پس و پیش سے متاثر ہو کر فیصلے کرتے ہیں۔ دین کو براہِ راست نشانہ نہیں بنا سکتے تو بالواسطہ تعفن آمیز اصطلاحات کا استعمال کر کے دین دار طبقہ کو دقیانوسی، قدامت پرستی، مُلا اِزّم، جہالت اور تنگ نظری کے بھاری بھرکم پتھر مارے جاتے ہیں اور عوام الناس کو روشن خیالی، ترقی اور مادی عروج کا پیغام دیتے ہیں۔ حالانکہ آقائے ہر دو عالم ﷺ نے اُن کی حقیقت اور اصلیت کو تشت از بام کیا، کہ وہ خبیث ابنِ خبیث ہوں گے بالفاظ دیگر اصلی، نسلی، پکے اور کھرے بدباطن ہوں گے۔ تاریخ پہ نظر ڈال کر اور حال کا اندازہ لگا

☆ مہتمم جامعہ اسلامیہ، عیسیٰ خیل (میانوالی)

کرعملاً کافی شافی جوابات مہیا ہو سکتے ہیں۔واضح رہے کہ حدیثِ پاک میں لفظ "لکع" کے کئی ایک معنی ہیں۔غلام،صغیر،حقیر،احمق،خبیث۔لہٰذااِن میں سے سرداروں کے حوالے سے آخری معنی زیادہ مناسب بیٹھتا ہے۔

راہزن خضرِ راہ کی قبا چھین کر
راہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

ترمذی شریف کی حدیث ہے۔حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**یاتی علی الناس زمان الصّا برفیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر .**

ترجمہ:لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُن میں اپنے دین پر صبر کرنے والا انگارا پکڑنے والے کی طرح ہوگا۔

رقیبوں نے رَپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اِس زمانے میں

یہ بات بالکل ظاہر،بیّن اور دو جمع دو چار کی طرح عیاں ہے کہ حالات،ماحول،پس و پیش اور گرد و پیش میں دین کو محبوس کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔راہِ عمل میں رکاوٹوں کے سنگِ گراں لڑھکائے جا رہے ہیں۔اخلاص اور اہلیت کی حوصلہ شکنی کی جا رہی ہے۔سنتِ مبارکہ کو فیشن کی نذر کیا جا رہا ہے۔اسلامی عادات کو ثقافت کے نام روندا جا رہا ہے۔مساجد و مدارس پر قدغن لگائے جا رہے ہیں۔حق گوئی کی زبان بندی کی جا رہی ہے۔خدا کے گھروں کی زبان کو بے دردی سے کھینچا جا رہا ہے۔یہود و ہنود کے چمچے مغربی آقاؤں کے بوٹ چاٹتے سیر ہونے کا نام نہیں لے رہے۔

سب پہ سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی

حالات اتنے کٹھن اور جاں گسل بن جائیں گے جیسا کہ ہاتھ میں انگارا پکڑنا نہایت

مشکل ہے اس طرح دین پر عمل کرنا گراں ہوگا اور ابنِ عساکر کی روایت میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ **یا تی علی النا س زمان یکو ن المو من ازل من شا ته .**

ترجمہ: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ مومن اپنی بکری سے بھی زیادہ ذلیل ہوگا۔ ذرا غور فرمائیں۔ نگاہِ حقیقت بیں نے کیا کیا حقائق متعارف کرئے۔ عقل دنگ ہے، دماغ ماؤف ہے۔ دل برداشت کرنے سے قاصر ہے لیکن ہونے والا ہورہا ہے اور سرِ عام ہورہا ہے۔

ایمان اور اسلام کو عیب اور جرم کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور خیالی پلاؤ کو اصول اور ضابطوں کا نام دیا جاتا ہے۔ نتائج کیا بھیانک سامنے آئیں گے۔

میں جب کہتا ہوں یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے اپنا نامۂ اعمال دیکھ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب تمہارے حکام تم میں بہتر ہوں اور تمہارے مال دار تم میں سخی ہوں اور تمہارے کام تمہارے آپس کے مشورے سے ہوں تو تمہارے لیے زمین کی پُشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام تم میں سے بدترین ہوں، تمہارے مال تم میں سے کنجوس اور تمہارے کام عورتوں کے سپرد ہوں " **بطن الا رض خیر لکم** " تو زمین کا پیٹ تمہارے لیے اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔ [ترمذی]

تین چیزوں کی موجودگی میں حیات سے موت بہتر ہے۔ پھر زمین کا پیٹ، زمین کی پیٹھ سے بہتر ہے۔

۱۔ حکام بدترین ہوں۔ ۲۔ مال دار کنجوس ہوں۔

۳۔ امور عورتوں کے سپرد ہوں۔

کُرسی اور کرنسی کے نشے نے دل و دماغ میں کھلبلی مچادی ہے اور نوٹ کا جادو چل رہا ہے۔ درندگی اور حیوانیت سرِ عام رقص کناں ہیں۔ عوام، رعایا اور قوم زبوں حالی کا شکار ہیں۔ قوم

کی امانت شب و روز لوٹی جارہی ہے۔ ایک ہی نعرہ ہے۔

پیسہ ہو ، چاہے جیسا ہو

حلال و حرام، جائز ناجائز اور درست و غلط سارے امتیازات مٹتے جا رہے ہیں۔ خوفِ خدا، شرم نبی سے خالی کھوپڑیاں من مانی، سینہ زوری اور سرکشی پر اُتر آئی ہیں۔ پیسے کے پجاری، مال وزر کے ڈھیر لگانے والے اور صاحبانِ ثروت نے اپنے خزانوں پر اژدھا بٹھادیے ہیں۔ حاجت مند، غریب و مفلس اور تنگدست کی مجبوریاں اور فاقہ مستیاں انھیں متوجہ نہیں کرسکتیں۔ ان کی سیاہ بختیاں کتنی غالب اور اغلب ہیں۔

عورتوں نے گھر تو کیا، ہر میدان میں قدم جمانے شروع کر دیے ہیں۔ باہر کے فنڈز بھی اِس حوالے سے ملتے ہیں کہ عورتوں کو بے نقاب، بے آبرو اور بے عزت کیا جائے، مغربیت کو پروان چڑھانے کے لیے این۔ جی۔ اوز، الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور آزاد صحافت اُن کے آلہ کار کا کام کر رہے ہیں اور معاملات عورتوں کے ہاتھ میں دیے جا رہے ہیں۔ وہ وقت قریب ہے جب اللہ کا نیک بندہ زمین پر رہ کر مرجانے کو اور قبر میں جانے کو ترجیح دے گا۔ حالانکہ ناقصاتِ عقل و دین ملاحظہ ہوں۔ نہ تو پورا مہینہ روزہ، نماز (عبادات کو مکمل کر سکے اور نہ گواہی مکمل ہو بلکہ نصف ہو، پھر بھی معاملات ان کے ذریعے نمٹائیں جائیں تو خرابی اور بگاڑ کو کون روکے گا؟

مخبرِ صادق ﷺ نے ہر موڑ پر رازوں سے پردہ اٹھایا اور حقائق کو سرِ عام سرِ بام رکھ دیا۔ ابوداؤد کی حدیث ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ امتیں قریب تم پر ایک دوسرے کو ایسی دعوت دیں، جیسے کھانے والے اپنے پیالے کی طرف، تو کہنے والا بولا۔ کیا اُس دن ہماری کمی کی وجہ سے ایسا ہوگا۔ فرمایا: **بل انتم یومئذٍ کثیر ولکنکم غثاء" کغثاءِ السیل.**

ترجمہ: بلکہ تم اُس دن بہت ہو گے لیکن سیلاب کے میل کی طرح ایک سیل بن جاؤ گے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے دِلوں سے ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دل میں سستی، ضعف ڈال

دے گا۔کسی کہنے والے نے عرض کیا۔وھن کیا چیز ہے۔فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے ڈر۔

ایک وقت آئے گا کہ اسلام دشمن عناصر تم کو نیست و نابود کرنے کے لیے اپنے ساتھیوں کو یوں بلائیں گے جیسے کھانے کے برتن یا کھانے کی دعوت دی جاتی ہے، کھانا سوق سے کھایا جاتا ہے۔دعوت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے۔معلوم ہوا کہ حملہ آور قومیں خوشی خوشی بغیر کسی گھبراہٹ اور پریشانی کے حملہ کریں گی اور تمھیں ملیامیٹ کرنا انھیں محض کھانا کھانے کی طرح محسوس ہوگا۔ اس دن تعداد میں کمی نہیں ہوگی۔آبادی اور تعداد زیادہ ہوگی لیکن رُعب اور دھاک نہ ہوگی۔جیسے سیلاب میں جھاگ بے قیمت اور بے وزن ہوتی ہے۔یونہی تمھارا معاملہ ہوگا۔یہ حالات کیوں کر ظاہر پذیر ہوں گے۔اس لیے وھن پایا جائے گا۔فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے ڈر۔جب دھن دولت اوڑھنا بچھونا بنایا جائے۔ڈالر اور ریال کو کعبۂ مقصود بنایا جائے اور زندگی پر ایک سوچ غالب ہو جائے کہ صرف پیسہ ہی مشکل کشا اور حاجت روا ہے، پھر موت سے خوف محسوس ہوگا۔ بزدلی غالب ہوگی۔دل سے قوت، طاقت، ہمت، حوصلہ، ایمان اور ایمان کی دولت رخصت ہو جائے گی۔

درسِ قرآں نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا
یہ زمانہ، نہ زمانے نے دیکھایا ہوتا

آج ہر طرف مسلمان مشقِ ستم ہے، تڑپتے لاشے، بہتا خون، سسکتے بلکتے بچے، کٹتی گردنیں، تار تار ہوتی عزتیں اسلامیانِ عالم کی تصویر ہے۔فلسطین، برما، کشمیر، شام، عراق، افغانستان، العرض وہ کونسا خطہ ہے۔جہاں خونِ مسلم کی ارزانی نہیں۔

اے خاصہ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔نہیں ہوتی ظاہر خیانت کسی قوم میں مگر اللہ اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیتا ہے اور نہیں پھیلتا زنا کسی قوم میں مگر اُن میں نفرت زیادہ ہو جاتی ہے، اور نہیں کم کرتی کوئی قوم ناپ تول مگر اُن سے روزی کاٹ دی جاتی ہے۔اور نہیں حکم کرتی کوئی ناحق مگر اُن میں خون ریزی پھیل جاتی۔اور نہیں توڑتی عہد کوئی قوم، مگر اُن پر دشمن مسلط ہو جاتا ہے۔خیانت، زنا، ناپ تول میں کمی، ناحق فیصلہ اور عہد توڑنا وہ گھناؤنے جرم ہیں کہ ان کا نتیجہ اور سزا قیامت تک مؤخر نہیں کیا جاتا، بلکہ فوراً دست بدستی اور نقد دیا جاتا ہے۔کون سا جرم ہے کہ جس سے من حیث القوم آج ہمارا دامن داغدار نہیں۔اُن کا نتیجہ سرِ عام دیا جا رہا ہے۔خیانت کے نتیجے میں قوم کی بزدلی واضح ہے۔جس قوم پر مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک حکومت کی، یہاں تک کہ خاندانِ غلاماں نے حکومت کی، آج ایک کشمیر کا مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ امریکہ ایک کال کرے تو پوری حکومت ڈھیر ہو جائے۔ملک کے جس کونے پر صاحب بہادر کا دل چاہے حملہ کر کے تباہی مچا دے۔روز ڈرون حملے قوم کی بہادری کا نشانِ امتیاز ہے۔

زنا کے اسباب عام ہوتے جا رہے ہیں۔آنکھوں کی بینائی زنا کاری سے ملوث ہے۔ میڈیا نے ابلیس اور شیطان کی اصلی ذریت کا کردار ادا کیا ہے۔بنتِ حوا کو نچایا، جنسی آلے کے طور پر استعمال کیا، تشہیر کے لیے، لیبل کے لیے، نمائش کے لیے، دکان کے لیے، کاروبار کے لیے، سیاست کے لیے، ڈرامے، گانے، باجے کے لیے، الغرض عورت کو اتنا استعمال کیا اور زنا کے اتنے دروازے کھلے کہ روز کی خبریں اور لگا تار عصمت دریوں کی داستانیں اس کے اثرات اور ثمرات ہیں۔نت نئی بیماریاں وجود میں آ رہی ہیں۔زنا کی وجہ سے ایڈز کی بیماری زبانِ زد خاص و عام ہے۔

ناپ تول میں کمی زوروں پر ہے۔معیار اور مقدار دونوں مسائل درپیش ہیں۔حق دار کو حق نہ دینا، پیسے زیادہ وصول کرنا اور مال کم دینا، یہ المیہ عام ہے۔جس کا اثر یہ ہے کہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھوک بڑھتی جا رہی ہے، اگرچہ نوٹوں کے انبار لگے ہیں۔پھر ''ھل من مزید

'' کی پکار آ رہی ہے۔ کیوں نہ ہو، روزی سے برکت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ گنتی اور تعداد میں کثرت ہے لیکن استعمال میں برکت نہیں۔

فیصلہ میں اگر انصاف کا خون کیا جائے، مظلوم کا خون نچوڑا جائے اور عدل مہنگے داموں نیلام کیا جائے۔ ظالم نوٹ کے زور پر دندناتا پھرے اور بے گناہ کو سرِ عام لٹکایا جائے، تو خون خرابہ ہی ہوگا، دنگا فساد ہی ہوگا، حالات خراب سے خراب تر ہوتے جائیں گے۔ آج ارد گرد کے ماحول پر نظر دوڑائیں۔ قتل و غارت گری کیوں عام ہے؟ وجہ یہ ہے کہ انصاف کو مفادات، رسومات اور سفارش کی چیلوں اور کوؤں نے نوچ نوچ کر عبرت کا نشان بنا دیا ہے۔

ہمارے ہاں کھانے میں شاید زیادہ گندم کا رواج ہے لیکن حقیقت میں وعدہ خوری اس سے کہیں بڑھ کر ہے اور یہ کلچر کا حصہ بنتا جا رہا ہے کہ آج وعدہ کیا جاتا ہے اور دوسرے دن بغیر ڈکار کے ہی ہضم کر دیا جاتا ہے۔ شرم و حیا اور اخلاقیات کا جنازہ کب سے تیار ہے۔

وعدہ خوری کی سزا دشمن کا تسلط ہے آج یہود و ہنود ہماری صفوں کے اندر اپنے چیلوں کے ذریعے، کاروبار کے ذریعے ہمارے بازاروں میں، کلچر کے نام میں چینلز کے ذریعے ہمارے گھروں میں، تعلیم کے نام پر ہمارے تعلیمی اداروں میں گھسا ہوا ہے۔ اپنا تشخص اور امتیاز کھونے میں رات دن مصروف و محو ہیں۔

حضور سید ہر دو عالم ﷺ نے فرمایا: **بادروا بالاعمال فِتنًا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مؤمناً ویمسی کافراً ویمسی مؤمناً و یصبح کافراً یبیع بعرض من الدنیا [مسلم]**

فتنوں سے پہلے اعمال بجا لاؤ۔ جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے کہ انسان صبح مومن ہوگا، تو شام کرے گا کافر ہو کر۔ اور شام کرے گا مومن ہو کر اور صبح کرے گا کافر ہو کر۔ دنیاوی سامان کے عوض اپنا دین فروخت کر دے گا۔

آج کا دن بلکہ یہی گھڑی بیش قیمت ہے۔ حالات جلدی پلٹا کھاتے ہیں۔ وقت

بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔ کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ کانوں کان خبر بھی نہیں پہنچتی۔ اس لیے کے فتنے آنے کو ہیں۔ حالات نہایت دگرگوں ہو جائیں گے۔ صبح ایک شخص مسلمان، شام کو کافر، شام کو مسلمان، صبح کو کافر ہوگا۔ آج دیکھا جائے تو ایک گھر کے اندر کتنے مذہب آ گئے۔ باپ کا مذہب اور ہے تو بیٹے کا اور۔ ماں کا اور ہے تو بیٹی کا اور۔ شوہر کا اور تو بیوی کا اور۔ اور میں نے خود دیکھا کہ پیر کا مذہب اور ہے اور مرید کا اور۔ اس سے بڑی تباہی کیا ہو سکتی ہے کہ گھر گھر میں یہی بیماری گھس گئی ہے۔

یہ سارا کھیل تماشہ دنیائے داری کی وجہ سے ہوگا۔ عام انسان معمولی دنیاوی لالچ کی وجہ سے دین کو خیر آباد کہہ دے گا۔ مثلاً گرین کارڈ کے حصول میں کتنے لوگ مرزائی بن جاتے ہیں۔ زکوۃ سے بچنے کے لیے بینک میں اپنا مذہب تبدیل لکھوا لیتے ہیں۔ بعض علما رشوت لے کر غلط فتویٰ دیتے ہیں۔ عوام راشی بن کر حکام مرتشی حرام دھندہ کر لیتے ہیں۔ یہ سارے کام نہایت سرعت اور چابک دستی سے اپنائے جا رہے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اُس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ دنیا نہ جانے گی یہاں تک کہ لوگوں پر وہ دن آ جائے گا۔ جب قاتل نہ جانے گا کہ کس جرم میں قتل کیا اور نہ مقتول کہ وہ کس جرم میں قتل کیا گیا۔ عرض کیا گیا۔ یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا: فتنۂ عامہ کی وجہ سے قاتل، مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے [مسلم]

مفتی احمد یار خان رضی اللہ المنان نے اس کی تشریح میں فرمایا: اس فرمانِ عالی کا ظہور آج واضح طور پر ہو رہا ہے۔ بات بات پر مکھی، مچھر، کھٹمل کی طرح انسان قتل کرائے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ قاتلوں کو سزا نہیں ملتی تو مقتول کے وارثین ایک کے عوض دو تین مار دیتے ہیں۔ پھر وہ لوگ دو کے عوض دو چار کو۔ اگر عدالتوں سے سزا پوری پوری ملے تو جرموں کی جڑ کٹ جائے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''**ولکم فی القصاص حیوۃ**'' اور تمھارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ خرابی بڑھتی ہی جائے گی۔ درستگی اور سدھار ناپید ہوتا جائے گا۔ ہر آنے والا وقت اپنے دامن میں بگاڑ اور فساد لاتا رہے گا۔ جس کی خبر حضور نبی اکرم ﷺ نے خود ہی دی۔

حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو ہم نے ان تکالیف کی شکایت کی جو ہم کو حجاج سے پہنچیں۔ فرمایا: صبر کرو۔

لا یاتی علیکم بزمان الا الذی بعدہ' اشرّ منه حتی تلقوا ربکم سمیته' من نبیکم ﷺ [بخاری]

ترجمہ: نہیں آئے گا کوئی زمانہ مگر اس کے بعد والا زمانہ اس سے بدتر ہوگا۔ حتی کہ تم اپنے رب سے ملو۔ یہ میں نے تمھارے نبی ﷺ سے سنا۔

سب سے بہتر حضور نبی کریم ﷺ کا زمانہ ہے۔ پھر جیسے وقت دور ہوتا جائے گا، خرابی آتی جائے گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا دور حجاج کے بعد آیا لیکن ہزار درجہ بہتر تھا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زمانہ اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خوب تر اور بہتر ہوگا حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ اکثر زمانہ کا معمول یہی ہوگا۔ یعنی یہ حدیثِ پاک اکثریتِ وقت پر محمول ہے۔

جاری ہے۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

علامہ قاری سعید احمد☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد اللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین .

اخلاق کی تعریف: اخلاق، خلق کی جمع ہے۔ خلق ظاہری شکل وصورت کو کہتے ہیں۔اور خلق طبیعت مزاج اور عادت کو کہتے ہیں۔ حسنِ اخلاق کی تعریف حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک ؒ نے یہ فرمائی ہے کہ ''حسنِ خلق، وہ کشادہ روئی اور نیکی کو عام کرنا اور برائی سے رکنا ہے۔[ترمذی شریف، جلد۲ ،ص ۲۱، مطبوعہ ضیاء القرآن]

مرقات میں علی بن سلطان محمد القاری نے حسنِ خلق کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے۔ وہ لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں انصاف اور احکام پر عمل کرنے میں زور لگا دینے کا نام ہے۔ زیادہ واضح تعریف یہ ہے کہ شریعت کے جو احکام اور طریقت کے جو آداب اور حقیقت کے جو احوال سیدنا محمد ﷺ لے کر آئے ہیں، ان کے اتباع کو اخلاق کہتے ہیں۔ اس لیے جب ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ **کان خلقه القرآن** ۔یعنی آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔

حسنِ اخلاق کی فضیلت:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ بے شک مومن رات کو تہجد پڑھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔[ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۷۹۸]

۲۔ حضرت ابوذر ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جہاں بھی ہو اللہ

☆ مدرس جامعہ زینت الاسلام، ترگ شریف (میانوالی)

تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اگر گناہ ہوجائے تو اس کے بعد نیکی کرو۔ وہ اسے مٹادی گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ [ترمذی شریف، حدیث نمبر ۱۹۸۷]

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مومنوں میں سے سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو اُن میں سب سے اچھے اخلاق والا ہے اور اپنے گھر والوں کے لیے سب سے زیادہ نرم دِل ہے۔ [ترمذی شریف، حدیث نمبر ۲۶۱۲]

اچھے اخلاق میں سے ہے کہ کسی پر بدگمانی نہ کی جائے۔ شرعی قاعدہ یہ ہے کہ ہر انسان بے قصور ہے جب تک اُس کا جرم کسی دلیل سے ثابت نہ ہو جائے۔ کسی انسان کو دیکھتے ہی اس کی شکل سے اندازہ لگانے کی کوشش کرنا اور تحقیق سے پہلے اس کے کسی ظاہری فعل کی وجہ سے فوراً بد گمان ہو جانا ایک بہت بڑی معاشرتی برائی ہے۔ اگر ہر انسان کو ایک شریف آدمی اور باعزت سمجھ کر اُس سے معاملہ کریں تو آپ کو معاشرے کا ایک کامیاب ترین ماہر نفسیات تسلیم کر لیا جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: خوشخبری ہو اُسے جو اپنے عیب دیکھنے سے فارغ نہ ہوا کہ دوسروں کے عیب دیکھتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔ اور عیبوں کی جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ سو تم انتہائی کراہت محسوس کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کو بہت قبول کرنے والا ہے۔ بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ [الحجرات]

حسنِ ظن کے متعلق احادیث:

حدیث نمبر ۱۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ تو کتنا ہی پاکیزہ ہے اور تیری ہوا کیسی پاکیزہ ہے۔ تو کتنا ہی عظمت والا ہے اور تیری کتنی ہی عظیم شان ہے۔ قسم ہے اُس

ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مؤمن کی شان تیری شان سے بڑھ کر ہے۔ اس کا مال بھی، اس کا خون بھی اور یہ کہ ہم اس کے بارے میں اچھے گمان سے کام لیں۔ [ابنِ ماجہ، حدیث نمبر۳۹۳۲]

حدیث نمبر۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدگمانی سے بچو۔ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ ایک دوسرے پر کان نہ دھرو۔ ایک دوسرے پر تجسس نہ کرو۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی نہ دو۔ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ اور ایک دوسرے سے بے وفائی نہ کرو اور اے اللہ کے بندو، آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ [بخاری شریف، حدیث نمبر۶۰۶۶]

زبان کو قابو میں رکھو:

۱۔ حضرت شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اپنی زبان درازی کی وجہ سے ناک کے بَل گرائے جائیں گے۔ بعض حکما فرماتے ہیں۔ کہ کوئی چیز زبان سے زیادہ قید کی حق دار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دو ہونٹوں اور پھر دو دانتوں کے ذریعے پابند کیا ہے پھر بھی دروازے توڑ دیتی ہے اور فضول بکنے لگتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: جو بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ اچھی بات کہے یا پھر چُپ رہے۔ [مسلم شریف۔ حدیث نمبر۱۷۳]

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس نے مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رکھا۔ [بخاری شریف۔ حدیث نمبر۱۱]

۳۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز زبان اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز یعنی شرمگاہ کی ضمانت دے۔ تو میں اُس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ [بخاری شریف۔ حدیث نمبر۶۴۷۴]

لوگوں سے محبت اور شفقت:

اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم ہے۔ اللہ کریم کے محبوب ﷺ رحمۃ العلمین ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ نے فرمایا: میری امت میں سے، میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔ [ترمذی شریف حدیث نمبر ۲۴]

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: اچھا بول بھی صدقہ ہے۔ [بخاری شریف۔ ۲۹۸۹]

۲۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ [مسلم شریف۔ حدیث نمبر ۶۰۳۰]

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے۔ جو زمین پر ہیں تم اُن پر رحم کرو، جو آسمان میں موجود ہے وہ تم پر رحم کرے گا۔ [ابوداؤد شریف۔ حدیث نمبر ۴۹۴]

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کیا ہو اور بڑے کا احترام نہیں کیا اور نیکی کا حکم نہیں دیا اور بُرائی سے منع نہیں کیا۔ [ترمذی شریف۔ حدیث نمبر ۹۲]

حسد نہ کرو:

کسی پر اللہ کا انعام دیکھ کر جلنا اور انعام کے زوال کی آرزو کرنا حسد ہے۔ حسد کرنے والا اگلے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا مگر اپنے اعمال اور نیکیوں کو ضرور برباد کر لیتا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: حسد سے بچو! حسد نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔ [ابوداؤد شریف۔ ۴۹۰۳]

یعنی حسد اور بُغض ذریعہ بن جاتا ہے نیکیوں کی بربادی کا، یعنی حاسد ایسے کام کر بیٹھتا ہے جس سے نیکیاں ضبط ہو جائیں یا حاسد و بُغض والے کی نیکیاں محسود یعنی جس سے حسد کیا جاتا

ہے، اُس کو نیکیاں دی جائیں گی۔ حسد کرنے والا نیکیوں سے خالی ہو جائے گا۔

۲۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تم میں پچھلی امتوں کی بیماری سرایت کر گئی۔ حسد اور بُغض یہ مونڈ دینے والی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ بال مونڈتی ہے، لیکن دین کو مونڈ دیتی ہے۔ [مشکوٰۃ شریف]

حسد کا بہترین علاج یہ ہے کہ اللہ کی رضا پر راضی رہا جائے۔ مزید علاج بھی ہو جائے گا اور نفس کی مخالفت اور اُس کی اصلاح بھی ہو جائے گی، اگر کچھ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم حسد کا تقاضا اور مطالبہ پورا نہیں کرنا چاہیے، یعنی حسد میں آ کر اگلے کے خلاف کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہیے یہ ایسا موذی مرض ہے کہ عوام سے لے کر خواص تک اس میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی نعمت کے زوال کی آرزو نہ کی جائے۔ مگر ویسی ہی نعمت کی اپنے لیے بھی تمنا کی جائے تو اُسے حسد نہیں کہتے۔ بلکہ رشک اور غبطہ کہتا ہیں۔ حسد ناجائز اور غبطہ جائز ہے۔

کسی کو گالیاں نہ دو:

حدیث نمبرا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں کی رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ اقدس میں تکرار ہو گئی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو گالی دی۔ اور دوسرا شخص چُپ رہا۔ حضور ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ جب دوسرے نے گالی کا جواب دیا۔ تو حضور نبی کریم ﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ سے عرض کی گئی۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں اُٹھ کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: فرشتے اُٹھ کھڑے ہوئے تو میں بھی اُن کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا۔ بے شک یہ شخص جب تک چُپ رہا۔ فرشتے اُس پہلے گالی دینے والے شخص کو اُس دوسرے شخص کی طرف سے جواب دے رہے تھے۔ پس جب اُس نے جواب دیا تو فرشتے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ [الادب المفرد۔ رقم الحدیث:۴۱۹]

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: دو گالیاں دینے والے جو کچھ کہتے ہیں اُس کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہو گا۔ جب تک

مظلوم شخص حد سے آگے نہ بڑھ جائے۔[الادب المفرد، رقم الحدیث۔۴۲۳]

گالی کی ابتدا کرنے والا گالی کا سبب ہے۔ پس وہ ظالم ہے اور جسے گالی دی وہ مظلوم ہوا۔ سو اگر مظلوم نے صبر کیا، کچھ نہ کہا، یا جوابِ گالی میں حد سے تجاوز کیا، اس طرح کہ گالی دینے میں اُس سے بڑھ گیا، تو اب مظلوم کا گناہ ظالم سے بڑھ جائے گا۔ بعض محدثین نے بیان کیا ہے کہ حد سے بڑھنے کی صورت میں دونوں پر گناہ ہے۔ ایک پر ابتدا کرنے کا اور دوسرے پر حد سے بڑھنے کا۔

۳۔ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی ایک بھی دوسرے پر ظلم نہ کرے اور نہ کوئی ایک دوسرے پر فخر کرے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ اُس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ جو مجھے لوگوں کی جماعت میں گالیاں دے اور مجھ سے کم درجہ کا ہو۔ میں اُس کا (اُس کی گالی دینے میں) جواب دوں تو کیا اس میں مجھ پر کوئی گناہ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو گالیاں دینے والے دو شیطان ہیں۔ دونوں بد زبان ہیں۔ اور دونوں جھوٹے ہیں۔[الادب المفرد۔ رقم الحدیث ۴۲۸]

گالی دینا حرام و ظلم ہے۔ شیطانی کام ہے۔ گالی میں جھوٹ ہوتا ہے اور دینے والا ظالم سو اگر مظلوم جواباً گالی میں زیادتی نہ کرے تو وبال و گناہ گالی کی ابتدا کرنے والے پر ہے۔ اگر مظلوم صبر کرے، جواب نہ دے، تو یہ کمالِ تقویٰ و خوبی کی بات ہے۔

معاف کر دیا کرو:

انسان کے دل میں اگر کسی کے خلاف بُغض، ناراضگی اور لگت بازی موجود ہو تو یہ بات اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان پہاڑ کی طرح حائل رہتی ہے۔ معاف کر دینا اور اصلاً اللہ کی رضا مندی پر راضی رہنا چاہیے۔ اسی پر صوفیا کا اجماع ہے کہ "رضا ہی وصل ہے۔"

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔ متقی وہ ہیں جو آسانی میں اور تنگی میں خرچ کرتے

ہیں۔اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔[الِ عمران،۱۳۴]

اللہ کریم سے اچھے اخلاق مانگو۔:

نبی کریم ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے۔اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ .

ترجمہ:اے اللہ مجھے بُرے اخلاق سے بچا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو یہ دعا فرماتے۔اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ .

ترجمہ: اے اللہ! تو نے میری صورت کو اچھا بنایا، میرے اخلاق کو بھی اچھا فرما دے۔تمت بالخیر

حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد رمضان معینی تونسوی☆

حذیفہ آپ کا نام، سدید الدین لقب ہے۔ مرعش مضافات دمشق، شام کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام قتادہ تھا۔ حاجی نجم الدین لکھتے ہیں کہ: آپ کا نام سید بدر الدین ہے حذیفہ لقب ہے (مناقب المحبوبین، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص۷۰) مولانا حسن زمان حیدر آبادی دکنی (م ۱۳۲۸ھ/ ۱۳۲۹ھ) لکھتے ہیں کہ: مشایخ الشام حذیفہ بن قتادہ المرعشی الانطا کی [القول المستحسن فی فخر الحسن، ص۵۲۳]

حضرت خواجہ ابراھیم بن ادھم بلخی کے مرید و خلیفہ تھے۔ "طبقات الصوفیہ" میں لکھا ہے کہ: حضرت ابو الاحوص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ اُن جیسا آج تک نہیں دیکھا: حضرت ابراھیم بن ادھمؒ، حضرت یوسف بن اسباطؒ، حضرت حذیفہ بن قتادہؒ، حضرت ھیثم عجلیؒ اور حضرت ابو یونس القومی رحمہم اللہ (ابو عبد الرحمٰن سلمی، مولف "طبقات الصوفیہ"، ص۴۳، مطبوعہ لاہور)

امام ابو القاسم قشیری (پ۔ ۳۷۶ھ، م۔ ۴۶۵ھ) "باب ورع" میں تحریر کرتے ہیں کہ: میں نے شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی سے سنا، انھوں نے کہا ابو العباس البغدادی نے کہا کہ انھوں نے جعفر بن محمد سے سنا کہ الجنید فرماتے تھے کہ میں نے سریؒ کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اپنے زمانہ میں چار پرہیزگار گذرے ہیں۔

۱۔ حذیفہ مرعشی ۲۔ یوسف بن اسباط ۳۔ ابراھیم بن ادھم

☆ خانقاہِ معلیٰ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ سے وابستہ، سلسلہ چشت کے ساتھ بے پناہ عقیدت ومحبت رکھنے والے، خصوصاً اپنے خانوادے سے۔ کتبِ تصوف کا خوبصورت ذخیرہ رکھتے ہیں۔

۴۔ سلیمان الخواص

[رسالہ قشیریہ اردو، ص ۲۶۸، ۲۶۹ مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن، مطبوعہ اسلام آباد]

امام ابو القاسم قشیری شافعی تحریر کرتے ہیں کہ: میں نے محمد بن الحسین سے سنا کہ منصور بن عبداللہ نے ان سے کہا کہ ابو سعدان التاہراتی فرماتے ہیں کہ میں نے حذیفہ مرعشی کو فرماتے ہوئے سنا۔ [حذیفہ مرعشیؒ، ابراھیم بن ادھمؒ کی صحبت میں رہ چکے ہیں اور انھوں نے ان کی خدمت کی] جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ابراھیمؒ میں کونسی بات سب سے زیادہ عجیب دیکھی تو فرمایا۔ ہم مکہ معظّمہ کی راہ پر جا رہے تھے۔ کئی دنوں تک ہمیں کھانا نہ ملا، پھر کوفہ پہنچے تو ایک ویران مسجد میں قیام کیا۔ ابراھیم بن ادھمؒ نے میری طرف دیکھا، کہا اے حذیفہ: میں تجھ پر بھوک کے آثار دیکھ رہا ہوں، میں نے عرض کی کہ حضور ایسا ہی ہے، پھر فرمایا: دوات اور کاغذ لاؤ۔ میں لے آیا۔ آپ نے اس پر لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے اللہ! ہر حالت میں تو ہی ہمارا مقصود ہے اور ہر بات میں تمہاری ہی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ میں تمہاری تعریف کرنے والا شکر گزار اور تمہیں یاد کرنے والا ہوں۔ میں بھوکا ہوں، پیاسا ہوں اور ننگا ہوں، یہ چھ صفات ہیں۔ جن میں سے پہلی تین کا تو میں ضامن ہوں اور باقی آدھے کا اے خدا تو ضامن بن۔ (اے خدا) تمہارے سوا کسی اور کی تعریف کرنا ایسا ہے جیسے دوزخ کی آگ میں گھسنا، لہٰذا تو اپنے بندے کو اس آگ میں پڑنے سے بچا لے، اور میرے نزدیک دوزخ اور بھیک مانگنا ایک ہی بات ہے۔ کیا آپ مجھے آگ میں پڑنے کی تکلیف سے نہیں بچائیں گے؟

اس کے بعد آپ نے یہ رقعہ مجھے دیا اور فرمایا۔ جاؤ غیر اللہ سے دل نہ لگاؤ اور جو شخص تمہیں سب سے پہلے ملے، اُسے یہ رقعہ دے دو۔ میں ان کے فرمان کے مطابق نکل گیا۔ پہلا شخص جس سے میری ملاقات ہوئی ایک ایسا شخص تھا جو خچر پر سوار تھا۔ میں نے وہ رقعہ اسے دے

دیا۔اس نے وہ رقعہ لے لیا اور رونے لگا۔ کہنے لگا اس رقعہ کا لکھنے والا کہاں ہے؟ میں نے جواب دیا فلاں مسجد میں ہے۔ پھر اُس نے مجھے چھ سو دینار دیے۔ اس کے بعد مجھے ایک اور شخص ملا جس سے میں نے پوچھا کہ یہ خچر والا آدمی کون ہے؟ اس نے کہا یہ عیسائی ہے۔ پھر میں ابراھیم بن ادھمؒ کے پاس چلا آیا۔اور سارا قصہ بیان کر دیا۔فرمانے لگے اس تھیلی کو ہاتھ نہ لگانا کیونکہ وہ ابھی آئے گا ایک گھنٹہ ہی گذرا تھا وہ عیسائی آ پہنچا ابراھیم بن ادھمؒ کے سر کو بوسہ دیا اور مسلمان ہو گیا۔(رسالہ قشیریہ اردو،ص ۳۶۲،۳۶۳)

خواجہ امام بخش مہارویؒ (م ۱۳۰۰ھ) لکھتے ہیں کہ "مَرعَش" کے میم پر زبر، را پر جزم ،عین پر زبر اور شین پر کسرہ ہے۔ بعض نے عین کی بجائے غین لکھا ہے۔مرعش دمشق کے مضافات میں ایک چھوٹے سے قصبہ کا نام ہے(مخزنِ چشت اُردو،ص ۱۵۳)

آپ طویل مدت تک حضرت ابراھیم بن ادھمؒ کی خدمت میں رہے اور آپ کو خرقہ خلافت بھی انھوں نے عطا کیا تھا۔(سیر الاولیاء، فارسی ،مطبوعہ دہلی) "تحیۃ الحق" میں لکھا ہے کہ امام شافعی کو خلافت کا خرقہ آپ سے ہی عطا ہوا تھا۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ آپ نے امام رضاؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔تمام دوستوں میں حضرت ابراھیم ادھمؒ کی خصوصی دوستی اور تعلق آپ کے ساتھ تھا اور حضرت ابراھیمؒ نے وہ تمام باطنی نعمتیں جو حضرت الیاسؑ، حضرت خضرؑ، امام باقرؒ اور حضرت فضیلؒ (م ۱۸۷ھ) سے حاصل کی تھیں، آخر عمر میں حذیفہ کے حوالے کر دیں اور وہ نعمتیں آپ سے آج تک سلسلہ چشتیہ بہشتیہ میں بطورِ معمول چلی آرہی ہیں۔آپ کا وصال ۱۴/ شوال اور بقول بعض ۱۴/ شوال ۲۵۲ھ کو ہوا، مگر آداب الطالبین میں ۲۵/ شوال مذکور ہے۔(مخزنِ چشت اُردو،ص ۱۵۴) آپ نے تصوف پر کئی کتب بھی تصانیف کی تھیں(مخزنِ چشت اُردو،ص ۱۵۳، مطبوعہ فیصل آباد)

سیر الاقطاب کے مصنف الہ دیہ بن عبدالرحیم چشتی صابری تحریر کرتے ہیں کہ: آپ بہت بڑے فقیہہ عالم اور عاملِ سلوک تھے۔علم سلوک میں آپ کی کچھ تصانیف ہیں(سیر الاقطاب

اردو،۷۰) آپ نے شادی نہیں کی تھی (مراۃ الاسرار، اردو، ص ۷۳)

صاحب مراۃ الاسرار تحریر کرتے ہیں ہیں کہ: آپ سفر و حضر میں حضرت خواجہ ابراھیم بن ادھمؒ کی خدمت میں رہتے تھے۔ آپ نے اپنے وقت کے تمام مشائخ سے فیض حاصل کیا ہے آپ کی کرامات اور کمالات بے شمار ہیں۔ امام یافعی نے ''روضۃ احباب'' اور ''روضۃ الریاحین'' میں آپ کے احوال اور کرامات میں اکثر حکایات نقل کی ہیں۔ (مراۃ الاسرار اردو، ص ۳۰۵)

مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ:

امام یافعی نے ''روضۃ الاحباب'' اور ''روضۃ الریاحین'' میں آپ کیا احوال اور کرامات میں اکثر حکایات نقل کی ہیں۔ (مراۃ الاسرار، ص ۳۰۵)

میر عبدالواحد بلگرامی تحریر کرتے ہیں کہ: آپ حضرت ابراھیم بن ادھمؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ کو علم میں کمال حاصل تھا علمِ سلوک میں آپ کی بکثرت تصانیف ہیں۔ آپ نے بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کیے، فاقہ کشی اور مفلسی کے رنگا رنگ مناظر دیکھے، آپ مشائخ کبار کے سرتاج تھے، اس زمانہ کے تمام اہلِ معرفت کی توجہ حضرت حذیفہ مرعشی کی جانب تھی۔ تیس سال تک آپ کا وضو ماسوائے ضرورت شرعیہ کے نہ ٹوٹا۔ (سبع سنابل ص ۴۱۵)

وصال مبارک: ''کتاب الثقات'' جلد ۸، میں ابنِ حبان تحریر کرتے ہیں۔ '' **حذیفہ بن قتادۃ المرعشی من العباد یروی عن ا بی اسحاق الفزاری ممن لا یکل الاالحلال المحض سکن انطاکیہ روی عنہ یوسف بن اسباط حدثنیی عمربن عبد اللہ الھجری بالاٗ بلۃ حدثنا عبد اللہ بن حبیق قال مات حذیفۃ المرعشی سنۃ سبع و مائتین..** (کتاب الثقات ابن حبان، جلد ۸، ۲۱۵، ۲۱۶) حذیفہ بن قتادہ مرعشی وہ عبادت گذار بندوں میں سے ہیں۔ روایت کرتے ہیں وہ ابو اسحاق فزاری سے یہ ان ہستیوں میں سے ہیں خالص رزق حلال کا التزام کرتے تھے۔ انطاکیہ سکونت پذیر ہو گئے۔ روایت کیا یوسف بن اسباط نے ان سے عمرو بن عبداللہ الھجری نے، حذیفہ مرعشی نے ۲۰۷ھ میں وصال فرمایا۔

علامہ الجوزی لکھتے ہیں کہ۔ توفی سبعۃ و مائتین (صفۃ الصفوۃ عربی، جلد۴، ص۲۷۰)

آپ کی وفات ماہِ شوال کی چودہ تاریخ کو ہوئی لیکن سال وصال معلوم نہیں ہو سکا۔ ''مراۃ الاسرار'' سالِ تالیف ۱۰۴۵ھ تا ۱۰۶۵ھ، ص ۳۰۶ مولف شیخ عبدالرحمٰن چشتی صابری پ۔ ۱۰۰۵ھ م۔ ۱۰۹۴ھ)

صاحبِ ''سیر الاقطاب'' تحریر کرتے ہیں کہ: آپ کا وصال ۲۴ ر شوال ۲۵۲ھ میں ہوا آپ کی تاریخِ وفات قطبِ زمان لکھی ہے۔ (مراۃ الاسرار، اردو، ص ۴۳۷) راقم الحروف محمد رمضان معینی عرض کرتا ہے کہ قطبِ زمان کے اعداد ۲۰۹ بنتے ہیں قطب کے ۱۱۱، اور زمان کے ۹۸،،، فارسی کتاب میں قطب الزمان تحریر ہے۔

حاجی نجم الدین لکھتے ہیں کہ مختصر مجمع الاحباب میں لکھا ہے کہ ان کا وصال ۲۰۷ھ میں ہوا۔ حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی کے مزار مبارک کے بارے میں حقیقی طور پر علم نہیں۔ (مناقب المحبوبین اُردو، ص۷۰)

ڈاکٹر پیر محمد حسن آپ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ: حذیفہ بن قتادہ المرعشی۔ ان کا شمار تابعین ۲۰۷ھ میں ہوتا ہے۔ ۲۰۷ھ میں وفات پائی۔

(صفۃ الصفوۃ جلد ۴، ص ۲۴۲، ۲۴۴ مولف عبدالرحمٰن بن الجوزی (م ۵۹۷ھ) طبع دائرۃ المعارف دکن ہند، بحوالہ حواشی ''رسالہ قشیریہ'' ص۔ ۷۷، طبع سوم 1995ء، مطبع ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد)

ملفوظات:

۱۔ حذیفہ مرعشی فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ بندے کے ظاہر و باطن میں اعمال کی یکسانیت ہو۔ (رسالہ قشیریہ اردو، ص ۴۱۵)

۲۔ درویش کو خالی ہاتھ، خالی پیٹ اور (دنیا سے) خالی دِل ہونا چاہیے۔ (سبع سنابل، ص ۴۱۵)

۳۔ دنیا داروں سے فرمایا: اگر تمہاری صحبت نے مجھے پر اثر کیا تو میں راہِ فقراء سے ڈگمگا جاؤں گا اور مجھے درویشوں کے روبرو شرمندہ ہونا پڑے گا۔ (سبع سنابل، ص ۴۱۵)

۴۔ اے اہلِ دنیا اگر تم میری صحبت میں آنا اور میرے پاس بیٹھنا چاہتے تو دنیا کو چھوڑ دو اور درویشی اختیار کرو۔ تمہیں اس وقت میں اپنی مجلس میں جگہ دوں گا۔ (سبع سنابل ص ۴۱۵)

۵۔ اگر کوئی قسم سے کہے کہ اے حذیفہ! تیرا عمل اس شخص جیسا نہیں ہے جسے یوم الحساب پر ایمان ہو تو میں اسے کہوں گا تو سچا ہے۔ تجھے قسم کے کفارے کی ضرورت نہیں۔ (طبقاتِ امام شعرانی، ص ۱۵۵)

۶۔ اگر تجھے اس کا خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے بہترین اعمال کے باوجود عذاب بھی دے سکتا ہے۔ پھر تُو ہلاک ہونے والا ہے۔ (طبقاتِ امام شعرانی، ص ۱۵۵)

۷۔ اچھے اعمال میں مجھے سب سے عزیز عمل گھر بیٹھنا لگتا ہے۔ اگر میرے پاس کوئی تدبیر ایسی ہوتی تو فرائض کی ادائیگی کے لیے گھر سے باہر جانا چھوٹ جاتا تو میں ضرور اس تدبیر پر عمل کرتا۔ (طبقاتِ امام شعرانی، ص ۱۵۵)

۸۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ کسی بھائی سے ملاقات میں تصنع اور بناوٹ کرنی پڑتی ہے تو میں ضرور اس بھائی سے ملتا لیکن تصنع سے بچنا ضروری ہے۔ لہٰذا اسے میرا سلام ہی پہنچا دینا۔ (طبقاتِ امام شعرانی، ص ۱۵۵)

۹۔ اپنے آپ کو بدکاروں اور کمینوں سے دور رکھو اگر تم ان کا رُخ کرو گے تو وہ گمان کریں گے کہ تم اِن کے کاموں سے خوش ہو۔ (سیر الاولیاء، ص ۱۱۵)

۱۰۔ درویش کو خالی ہاتھ، خالی پیٹ اور خالی دِل ہونا چاہیئے۔ اگر تم کسی درویش کے ہاتھ پر درہم دیکھو تو اس کے قریب مت پھٹکو۔

۱۱۔ اہلِ دنیا سے فرماتے: دنیا کو چھوڑ دو اور درویشی اختیار کرو۔

۱۲۔ درویش کی غذا صرف لا اللہ الا اللہ ہے۔

۱۳۔ بُرے لوگوں کے تحائف قبول نہ کرو اگر تم نے ان کو قبول کیا تو وہ سمجھیں گے شاید ہم نے ان کے اعمال و عادات کو بھی قبول کر لیا ہے۔

۱۴۔ اگر تجھے اس بات کا ڈر نہ ہو، کہ اللہ تعالیٰ تجھے سب سے افضل عمل کے بدلے عذاب دے گا تو تُو ہلاک ہو جائے گا۔

حذیفة بن قتادة المرعشی ،عبد الله بن حبیق قال قال حذیفة ألم تخش أن یعذبك علی أ افضل عملك فانت هالك وقال حذیفة لو نزل علیی ملك من السماء یخبرنی أ نیی لا أ ری النار بیعینیی وا نیی أ صبر الیی الجنة الا انی اقف بین یدیی ربی تعالیٰ یسائلنیی ثم اصبر الی الجنة لقلت لا ارید الجنة ولا اقف ذلك ذلك الموقف ولا جانیی رجل فقال لیی والله الذی لا اله الا ہو ما عملك عمل من یومن بیوم الحساب لقلت له یاهذا الا تکفر عن یمینك فانك لم تحنث ۔ وسمعت حذیفة یقول انیی لاستغفر الله من کلامکم اذا خرجتم من عندیی خمسین مرة قال ابن حبیق و قال لی حذیفة انما هیی اربعة عیناك و لسانك و قلبك فانظر عینك لا تنظر هما الی مالا یحل لك وانظر لسانك لا تقل به شیئا یعلم الله خلافه من قلبك و انظر قلبك لا یکن فیه غل ولا دغل علی احد من المسلمین و انظر هواك لا تهوی شیئا فما لم تکن فیك هذه الاربع الخصال فالرماد علی راسك (۲۶۸)

موسیٰ بن المعلیی قال قال حذیفه یا موسیٰ ثلاث خصال ان کن فیك لم یتزل من السماء خیر الا کان لك فیه نصیب یکون عملك لله عزو جل و تحب للناس ما تحب لنفسك و هذه الکسرة تحر فیها ما قدرت۔

عن عبد الله بن عیسیٰ الرقیی قال قال لیی حذیفة هل لك ان اجمع لك الخیر کله فی حرفین قلت و من لی بذلك قال مداراة الخبر من حله و اخلاص العمل لله عزو جل حسبك۔

یوسف بن اسباط قال قال لی حذیفة المرعشی ما اصیب بمصیبة اعظم من قساوة قلبه ۔ قال یوسف و قال حذیفة کان یقال اذا رایتم الرجل قد جلس وحده فانظر والایی شیئی جلس فان کان جلس لیجلس الیه فلا تجلسوا الیه۔

عن بشر بن الحارث قال سمعت المعافی بن عمران یقول کان عشرة ممن مضی من اهل العلم ینظرون فی الحلال النظر الشدید لا یدخلون بطونهم الا ما یعرفون من الحلال والا استعفو التراب منهم حذیفة المرعشی فلا و قال ما اعلم منا عمال البر افضکل من لزومك بیتك ولو کانت لك حیلة لهذه الفرائض لکان ینبغیی لك ان تحتال لها (۲۶۹ ، ۲۷۰)

عبد الله بن حبیق قال قال حذیفة المرعشی ایاکم و هدانا الفجار والسفهاء فانکم ان قبلتموها ظنوا انکم قد رضیتم۔

بشر بن الحارث قال کتب حذیفة الی یوسف بن اسباط ، یا اخیی انیی اخاف ان یکون بعض محاسننا اضر علینا فی القیامة من مساوئنا۔

قال و کتب الیه ایضاً لا حتی تکون فی موضع اذا جئت الی البقال فقلت اعطنیی مطهرتك قال هات کساء ك ابن ابی درداء قال قلت لحذیفة اوصنی قال انظر خبزك من این تا کل ولا تجالس من

یـرخـص لك و يطيك ثم قال ان اطعت الله فی السر اصلح قلبك شيت
او ابيت۔

نبهـان بـن الـمـغـلس قال اخبرنی حذيفة بن قتادة المرعشی قال
كـنـت فـی الـمـركـب فكسر بنا قو قعت انا و امراة علی لوح من الواح
الـمركـب فمكثنا سبعة ايام فقالت المراة انا عطشی مسالت الله تعالی
ان يسقينـا فـنـزلـت عـلـينـا مـن السماء سلسلة فيها كوز معلق فيه ما
فشـربـت فرفعت راسی الی السللة فرايت رجلا جالسا فی الهوا متربعا
فقلـت مـن انـت قـال من الانس قلت فما الذی بلغك هذه المنزلة قال
آخـرت مـراد الـلـه عـزو جـل عـلـی هـوايی فاجلسنييكما ترانی لا يحفظ
الـحذيفة مسندا و كـان مشغول بالرياعة عن الرواية قد صحب الثوری و
توفی سنة سبع و مائتين (ص صفة الصفوة امام ابن جلد ۴، ص ۲۰۷)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن حبیق کے مطابق حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں اگر تمہیں اس بات سے ڈر نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے بہتر عمل پر عذاب دے سکتا ہے تو جاؤ۔

آپ ہی نے فرمایا: اگر آسمان سے فرشتہ اتر کر مجھے بتائے کہ میں آنکھوں سے جہنم کو دیکھے بغیر جنت میں چلا جاؤں گا۔ ہاں اسی دوران اللہ کے سامنے سوال و جواب کے لیے کھڑا ہوں گا اور پھر جنت میں بھیج دیا جاؤں گا تو میں کہوں گا کہ میں جنت میں نہیں جاؤں گا اور کھڑا ہونے کی جگہ پر کھڑا نہ ہوں گا اور اگر کوئی آ کر مجھ سے کہے: اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

تمہارے عمل اس جیسے نہیں جو قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تو میں کہوں گا۔ ارے یہ تمہاری قسم کا کفارہ نہیں بنے گا کیونکہ تم نے قسم نہیں توڑی۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ جب تم میرے ہاں سے نکلتے ہو تو تمہاری گفت گو کی بنا پر اللہ سے پندرہ مرتبہ بخشش مانگتا ہوں۔

ابنِ حبیق کہتے ہیں: حضرت حذیفہؓ نے مجھ سے کہا کہ یہ چار چیزیں ہیں:

۱۔ تمہاری آنکھ۔ ۲۔زبان۔ ۳۔خواہش ۴۔دِل

آنکھوں پرنظر رکھو کہ ان سے اس چیز کی طرف نہ دیکھو جو تمہارے لیے حلال نہیں۔ زبان کا دھیان رکھو اور اس سے وہ بول نہ نکالو کہ تمہارا دل اس کے خلاف دیکھ رہا ہو۔ خواہش پر دھیان دو کہ اس میں کسی شے کی طلب پیدا نہ ہونے دو۔ دِل پر دھیان دو کہ اس میں کسی مسلمان کے خلاف دھوکہ اور کینہ نہ ہو، اور اگر تمہارے اندر یہ چار چیزیں نہیں ہیں تو تمہارے سر پر راکھ پڑے۔

موسیٰ بن معلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! تین خوبیاں ایسی ہیں کہ اگر وہ تم میں ہوں تو آسمان سے اترنے والی ہر بھلائی میں تمہارا حصہ ہوگا۔ تمہارا ہر عمل اللہ کے لیے ہوگا اور تُو لوگوں کے لئے وہی پسند کرے گا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور جہاں تک ممکن ہو روٹی کے ٹکڑے پر گزارا کرو۔

عبداللہ بن عیسیٰ کہتے ہیں: حضرت حذیفہؓ نے مجھ سے کہا: کیا تم یہ چاہو گے کہ میں تمہارے لیے ہر نیکی دو حرفوں میں سمو دوں؟ میں نے کہا: یہ کون کرے گا؟ انھوں نے کہا۔ حلال روٹی کی کوشش کرو اور خالص طور پر اللہ کے لیے کام کرنا تمہارے لیے کافی ہے۔

حضرت حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں: اگر مجھے ایسا شخص ملے جو اللہ کے بارے میں صحیح بات پر مجھ سے ناراض ہو تو میں اس سے پیار کرنا لازمی سمجھوں گا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: کسی بھی شخص کو کوئی ایسی مصیبت نہیں پہنچتی جو اس کے دِل کی سختی سے بڑھ کر ہو۔

حضرت حذیفہؒ فرماتے ہیں: کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اکیلا بیٹھا ہو تو دیکھو کہ وہ کیوں بیٹھا ہے؟ اگر وہ لوگوں کے آنے کی خاطر بیٹھا ہے تو اُس کے پاس مت بیٹھو۔

حضرت معافی بن عمران کہتے ہیں: دس علم والے ایسے ہو گزرے ہیں جو حلال پر گہری نظر رکھتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں صرف وہ چیز ڈالتے ہیں جسے وہ حلال سمجھتے ہیں ورنہ مٹی اڑاتے

ہیں۔جن میں سے حضرت حذیفہؒ ایک ہیں۔

فیض بن اسحاق کہتے ہیں: حضرت حذیفہ کے [سے] اکیلے پن اور اس کی برائی کا ذکر ہوا۔اس پر انھوں نے فرمایا یہ چیز جاہل کے لیے نامناسب ہے، رہا عالم جو آنے والی چیز کو جانتا ہے تو اُس کے لیے نہیں۔

پھر فرمایا: میں نے نیکی کے کاموں میں سے گھر میں بیٹھنے سے بہتر کسی کام کو بڑھ کر نہیں دیکھا اور اگر ان فرضوں کے لیے تمہارے پاس کوئی بہانہ ہے تو ضروری ہے کہ اس کے لیے کوئی بہانہ تیار کرو۔

حضرت حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں: گناہگاروں اور بےوقوفوں کے تحفے لینے سے رُک جاؤ۔ کیونکہ تمہارے قبول کر لینے پر وہ کہیں گے کہ تم اُن کے کام پسند کرتے ہو۔

حضرت حذیفہؒ نے یوسف بن اسباط کی طرف خط لکھا کہ اے بھائی! مجھے یہ ڈر ہے کہ ہماری کچھ خوبیاں قیامت کے دن ہماری برائیوں کے مقابلے میں زیادہ نقصان پہنچائیں گی۔

حضرت بشری فرماتے ہیں کہ انھوں نے انھیں یہ بھی لکھا تھا۔ بلکہ جب تک تم ایسے مقام پر نہ ہو جاؤ کہ سبزی بیچنے والے سے لوٹا مانگو تو وہ کہے کہ مجھے اپنی چادر دے دو۔

ابن ابوالدردا کہتے ہیں: میں نے حضرت حذیفہؒ سے کہا مجھے کوئی وصیت کیجیے تو انھوں نے کہا: اپنی روٹی کے بارے میں غور کرو کہ کہاں سے کھاتے ہو۔ایسے شخص کے پاس نہ بیٹھو جو تمہیں گنجائش دے کر کوئی چیز دے، پھر فرمایا: اگر تو چھپ چھپا کر اللہ کی فرماں برداری کرے گا تو وہ تمہارا دل صاف کر دے گا۔خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔

نبہان بن مغلس فرماتے ہیں: مجھے حضرت حذیفہؒ نے بتایا: میں سواری پر سوار تھا کہ اسی دوران زین ٹوٹی تو میں اور ایک عورت سواری کے پالان کی تختی پر گر گئے۔ وہاں سات دن رکے رہے۔اتنے میں عورت نے کہا مجھے پیاس لگی ہے، میں نے اللہ سے پانی کے لیے دعا کی جس پر آسمان سے ایک زنجیر اتری جس میں پانی کا لوٹا لٹکا تھا۔اس نے پی لیا تو میں نے زنجیر کی طرف سر

اٹھایا۔ دیکھا تو ہوا کے اندر ایک شخص چار زانو بیٹھا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا کہ انسان ہوں۔ میں نے پوچھا یہ مرتبہ کیسے ملا؟ اس نے کہا میں نے اپنی خواہش چھوڑ کر اللہ کی مرضی پوری کی۔ چنانچہ اسی نے مجھے بٹھایا ہے جسے تم دیکھ ہی رہے ہو۔

حضرت حذیفہؒ کی کوئی روایت نہیں ملتی۔ وہ روایت کی بجائے عبادت کرتے تھے۔ حضرت ثوری کی صحبت میں رہے۔ ۲۰۷ھ میں فوت ہوئے (صفۃ الصفوہ، جلد دوم، ص ۴۵۴ تا ۴۵۶ مترجم شاہ محمد چشتی سیالوی قصوری ناشر، ادارہ پیغام القرآن، لاہور، اشاعت ۲۰۱۲ء)

مکتوب:

آپ نے یوسف بن اسباط کو ایک مکتوب میں لکھا اے دوست بعد سلام کہ واضح ہو جس شخص کے نزدیک فضائل ترکِ گناہ سے زیادہ اہم ہوں وہ دھوکے میں ہے اور جس شخص نے قرآن مجید کو یاد کیا پھر اس میں کسی بات کی مخالفت کی تو گویا اس نے قرآن مجید سے تمسخر کیا۔

مزید حالات کے لیے ملاحظہ کریں۔

کتاب الثقات جلد ۸، ص ۲۱۵، ۲۱۶ مولفہ ابن حبان بستی

۱۔ کتاب صفوۃ الصفوۃ، جلد ۴، ابنِ جوزی حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن ()، ص ۲۴۲ تا ۲۴۴، ڈاکٹر غلام جیلانی برق علامہ ابن جوزی کی مذکورہ کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: کتاب صِفۃ الصفوۃ ابونعیم اصفہانی کی حِلیۃ الاولیاء کا اختصار ہے، اس میں بلاد و طبقات کے لحاظ سے صوفیہ کے تراجم ہیں۔ (مورخینِ اسلام، ص ۶۵)

۲۔ سیر الاولیاء، میر خورد کرمانی، ص ۱۱۵

۳۔ نفحات الانس (سال تالیف، ۸۸۳ھ) مولانا جامی، ص ۴۷، ذکر حضرت ابراھیم بن ادھمؒ میں عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ ابراھیم ادھمؒ علی بکار حذیفہ مرعشی سلم خواص ایک دوسرے کے یار اور دوست ہیں۔ مترجم سید احمد علی چشتی نظامی، مطبوعہ اللہ والے کی قومی دکان، لاہور

۴۔ سبع سنابل، ص ۴۱۵

۵۔ سفینۃ الاولیاء داراشکوہ قادری، بذیل تذکرہ ص ۸۶

۶۔ سیر الاقطاب شیخ الہ دیہ چشتی صابری،

۷۔ مراۃ الاسرار [سالِ تالیف ۱۰۴۵ھ تا ۱۰۶۵ھ] شیخ عبدالرحمٰن چشتی صابری (پ ۱۰۰۵ھ م ۱۰۹۴ھ)، مترجم کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری، ص ۳۰۵ تا ۳۰۶، اشاعت رجب ۱۴۱۲ھ، لاہور

۸۔ اقتباس الانوار، شیخ محمد اکرم براسوی،

۹۔ مطلوب الطالبین، قاضی محمد بلاق دہلوی

۱۰۔ مراۃ ضیائی، مولانا رحمت علی ضیائی جے پوری

۱۱۔ شجرۃ الانوار، مولانا رحیم بخش فخری

۱۲۔ مخزنِ چشت، خواجہ امام بخش مہارویؒ۔ مترجم پروفیسر افتخار احمد چشتی، مطبوعہ فیصل آباد ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

۱۳۔ مناقب المحبوبین، حاجی نجم الدین سلیمانی فتح پوری، مطبوعہ رام پور ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء، ص ۱۵۳ تا ۱۵۴

☆☆☆☆☆☆☆☆

شب جائے کہ من بودم

شورش کاشمیری

یہاں کسی دنیوی عزت کو ترجیح نہیں، یہاں ترجیح صرف عشقِ نبوی ﷺ کو ہے۔ کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہیں، سب کو ایک ہی چوکھٹ سے سروکار ہے جو آتا ہے اُسی کا ہو کر آتا ہے۔

بیت اللہ میں عقیدہ حاضر ہوتا اور جبینیں جھکتی ہیں، حرمِ نبوی ﷺ میں عشق لے جاتا اور دِل جھکتے ہیں۔ دِل میں اللہ و رسول ہیں تو آزما لیجیے، یہاں حاضر ہونا بڑا مشکل ہے۔

نفس پہلا سوال کرتا ہے کہ آستانۂ محمد ﷺ پر حاضر ہونے والے یہ تو بتا: کہاں سے آیا ہے، یہاں تو بڑے بڑے رہ جاتے ہیں۔ محمد ﷺ کے رُوبرو کھڑا ہونا آسان بات ہے! اس کی تاب جانثارانِ محمد میں کہاں تھی۔

اب جو ساتھی آگے بڑھنے لگے تو میں رُک گیا، انھیں تو یہاں رہتے ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں، سال بھر میں کئی کئی حاضریاں دیتے ہیں۔ میں کیا؟ میری بساط کیا؟ ایک مجموعۂ فِسق، مجھ میں یہ بال و پر کہاں سے آ گئے کہ اُڑ کے یہاں چلا آیا؟ بہت ہمت کی، قدم اٹھتے ہی نہیں۔ ایک سیاہ کار، کار رسول اللہ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہونا۔۔ بہت بڑی جسارت ہے! میں اس حد تک پہنچ گیا جہاں تک ۱۶۱ ہجری میں توسیع ہوئی تھی، اس سے آگے حوصلہ مفقود تھا۔ ہاتف نے کہا رُکو نہیں، یہاں رُک گیا تو کہیں کا نہیں رہے گا۔ ستونِ ابولبابہؓ کے پاس کھڑا دیکھ رہا تھا کہ حضور حجرۂ عائشہ میں فروکش ہیں، میں نے اپنے تئیں بندھا ہوا پایا، حضور بلائیں تو آگے بڑھوں، اِن کی طرف سے بندش ڈھیلی نہ ہو گی تو ہلوں گا کیونکر؟ دِل نے کہا بڑھ نالائقوں کے نالائق۔۔۔۔۔۔ رُوسیاہ! جب تک اِس در پر کھڑا نہ ہوگا، یہ رُوسیاہی نہیں دُھلے گی، یہ داغ نہیں مٹیں گے پاگل! ان سے مایوس ہوتا ہے جو مایوسیاں دور کرنے آئے ہیں۔ **لا تقنطوا** کا مژدہ کون لایا! وہی تو لائے تھے

،اب نفس کا نخرہ دکھا رہا ہے۔ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ ندامت کا غلبہ ہے، ہمت جواب دے گئی ہے۔ نفس کی فریب کاری تا کجے؟ چشمہ پر تشنگی مٹانے پہنچا ہے اور اَب لب خشک کیے کھڑا ہے۔ بڑھ آگے اور کھڑا ہو جا اُن کے سامنے جو ہر جہان کے رحمت ہیں۔ان کا خزانہ کھلا ہے۔ جھولی بھر، دونوں ہاتھوں سے بھر، صبح وشام بھر۔ یہاں سے ہر شخص کو خلعتِ فاخرہ ملتی ہے۔کوئی روکنے اور ٹوکنے والا نہیں۔ یہ رحمۃ اللعالمین کا دربار ہے۔سورج کالے گورے پر یکساں چمکتا ہے، ہوا گنہگاروں کے لیے رُک نہیں جاتی۔وہ سب کے مشامِ جاں ہے،خوشبو پھیلنے کے لیے ہے،چشمے کسی کے لیے اپنے سوتے نہیں موڑتے، وہ سب کے لیے رواں دواں ہیں۔لوگ آتے اور تشنگیاں مٹا کے چلے جاتے ہیں۔آبِ رواں نے کسی تشنہ لب سے کبھی اس کی ذات پات نہیں پوچھی، ہمیشہ ظروف بھر دیئے ہیں۔

آخر وہاں پہنچ گیا، جہاں پہنچنے کے لیے آیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔روضہ مبارک کے روبرو،

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

تین بیضوی جھروکوں میں پہلا جھروکا سرورِ کونین کا ہے، دوسرا ابوبکرؓ، تیسرا عمرِ فاروقؓ کا۔

جانے کتنی دیر گم سم کھڑا رہا ہے۔آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، انسانوں کا تانتا بندھا ہوا ہے اور سب اشک بار ہیں اس حد تک تحیر ہے کہ ایک دوسرے سے کوئی آگاہ نہیں،لوگ آرہے ہیں اور جا رہے ہیں پہرے دار کھڑے ہیں، راستہ بن رہا، خلقت نکل رہی اور دعائیں لٹ رہی ہیں، شمع روشن ہے، پتنگے جمع ہیں۔ گھٹتے ہیں نہیں بڑھتے چلے جاتے اور لو میں گھلے جا رہے ہیں، دعائیں دُہرا دُہرا کر ختم ہو گئیں، سلام و درود نذر ہوتے رہے۔ وہ مزا جو مواجہہ پر تھا، ہر آن بڑھتا

گیا۔ادب کی آخری حد عشق کا منتہیٰ، حسن کی جولان گاہ!

ملائکہ عرشِ الٰہی سے آ رہے اور سلام کے موتی نذر کر رہے ہیں، معاً میرے کانوں میں ہچکیاں اُترنے لگیں ۔ جسٹس بشیر الدین خان (چیف جسٹس صوبہ سرحد) رو رہے تھے۔ موصوف۔۔۔مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے جج تھے۔۔۔مجھے ختمِ نبوت کی پاداش میں نظر بند کیا گیا تو میرے مرافعہ میں جسٹس شوکت علی کے ساتھ ڈیژن بنچ کے سینئر جج تھے۔ میں اس سے پہلے انھیں کبھی ذاتی طور پر نہیں ملا تھا لیکن انھوں نے کراچی میں سماعت کرتے ہوئے ایڈووکیٹ جنرل سے کہا تھا۔

''ہم ایسے کسی فیصلے کے پابند نہیں؟ اور وہ کون سا فیصلہ جو مرزائیوں کو مسلمان قرار دیتا ہے، ختم نبوت مسلمانوں کے ایمان کا جزو ہے۔ان کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے مفتری ہے اور جو اس کی نبوت کو مانتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔''

جسٹس بشیر الدین کی ہچکیوں نے مجھے چونکا دیا۔خود اس وقت میری آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ وہ پلٹ کے آگے بڑھ رہے اور میں پلٹ کر مڑ رہا تھا۔ ایکا ایکی ہم ایک دوسرے کے رُوبرو ہو گئے۔ دیکھتے ہی بول اٹھے۔

''سب کچھ یہیں ہے اور کہیں کچھ نہیں، جو عشق تمہیں یہاں لایا۔۔۔وہی عشق مجھے یہاں لایا ہے۔''

وہ بابِ جبرئیل سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف ہو گئے، میں ایک طرف ہو کے نفل پڑھنے لگا، سجدہ یہ تھا کہ

ع   باقی ہے در اور جبین ہو چکی

☆☆☆☆☆☆☆

پیغامِ اقبالؒ

علامہ محمد اقبالؒ

نہ تخت و تاج میں ، نَے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الٰہ میں ہے

وہی جہاں ہے ترا ، جس کو تُو کرے پیدا
یہ سنگ و خِشت نہیں ، جو تری نگاہ میں ہے

مہ و ستارہ سے آگے مقام ہے جس کا
وہ مُشتِ خاک ابھی آوارگانِ راہ میں ہے

خبر ملی ہے خدایانِ بحروبر سے مجھے
فرنگ رہ گزرِ سَیلِ بے پناہ میں ہے

تلاش اُس کی فضاؤں میں کر نصیب اپنا
جہانِ تازہ مری آہِ صبح گاہ میں ہے

مرے کدو کو غنیمت سمجھ کہ بادۂ ناب
نہ مدرسے میں ہے باقی ، نہ خانقاہ میں ہے

مجلسِ دلائل الخیرات شریف

افتخار احمد حافظ قادری ☆

درود و سلام ہی وہ وظیفۂ واحد ہے جو بہر صورت قبول و منظور ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں درود و سلام کا نذرانہ کسی بھی صیغہ میں پیش کیا جا سکتا ہے لیکن درود و سلام کے بعض مجموعوں یا صیغوں کو اتنی مقبولیت و شہرت حاصل ہے کہ وہ دنیا کے کونے کونے پڑھے جانے لگے۔ انہی میں ایک گلدستہ درود و سلام بنام ''دلائل الخیرات شریف'' بھی ہے، جسے قطبِ زمانہ، زینتِ اولیاء، عظیم شاذلی بزرگ سیدی محمد بن سلیمان الجزولی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا۔ اس کی وجۂ تالیف یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی وضو فرمانے کے لیے کنویں پر تشریف لے گئے۔ لیکن اس وقت وہاں کوئی ایسی چیز میسر نہ تھی، جس کے ساتھ آپ کنویں سے پانی نکالتے۔ آپ اس حالتِ پریشانی میں تھے کہ اب کیا کریں کہ اچانک ایک لڑکی جو ایک اونچی جگہ سے یہ منظر دیکھ رہی تھی، اس نے آپ کا نام پوچھا، جواب سن کر اس لڑکی نے کہا: آپ وہی شخصیت ہیں جن کا ہر جگہ چرچا اور تعریف ہو رہی ہے اور صرف اِس بات سے پریشان ہیں کہ کنویں سے پانی کس طرح نکالا جائے؟ تو اس لڑکی نے کنویں میں جیسے ہی اپنا لعاب ڈالا تو پانی کنویں سے اُبل کر باہر زمین پر آ گیا۔ حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی جب وضو سے فارغ ہوئے تو اس لڑکی سے کہا کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو مجھے بتا کہ تجھے یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟

جس کے جواب میں اس لڑکی نے کہا کہ یہ مقام مجھے اس شخصیت کبریٰ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھنے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے کہ جب آپ ﷺ جنگل میں سے گزرتے تو وحشی جانور تک آپ ﷺ کے دامنِ خیر و برکت سے لپٹ جاتے۔ جس پر آپ نے حلف اور قسم اٹھائی کہ وہ

☆ صوفیائے کاملین کے حالات سے بھرپور سفرناموں کے تخلیق کار۔ درود شریف کے حوالے سے نہایت وقیع کام کرنے والی شخصیت۔

اَب درود پاک پر ایک کتاب تحریر کریں گے۔

حضرت سیدنا محمد سلیمان الجزولی نے کتاب دلائل الخیرات شریف بلادِ مغرب کے ایک شہر فاس جسے اولیاؤں کا شہر بھی کہا جاتا ہے، اس میں تحریر فرمائی۔ شہر فاس کے مدرسہ الصفارین میں آج بھی آپ کا رہائشی حجرہ معروف و مشہور ہے۔ جس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے اسی حجرہ مبارکہ میں دلائل الخیرات شریف تحریر فرمائی۔ بحمد اللہ! بروز جمعرات 15 نومبر 2007ء اس حجرہ مبارکہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور تصاویر بھی بنائیں۔ جو بندہ کی کتاب ''زیاراتِ مراکش'' میں موجود ہیں۔

حضرت علامہ مہدی الفاسی فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر کثرتِ درود شریف پیش کرنے کی وجہ سے آپ کی قبر مبارک سے کستوری کی خوشبو آتی ہے۔ شہر مراکش کے قدیم حصے میں آپ کا مزار مبارک مشہور و معروف ہے اور لوگ دور دور سے آپ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ اور مراکش کے سات مشہور و اہم اولیائے کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی رضی اللہ عنہ کے وصال کے 77 سال بعد سعدین سُلطان مراکش ابوالعباس سلطان احمد المعروف بہ الاعرج کے حکم سے جب آپ کے جسدِ اطہر کو قبر مبارک سے نکالا گیا تو اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود درود و سلام کی برکت کی وجہ سے اُسی حالت میں تھا۔ جیسا وقتِ وصال اور مرورِ زمانہ کے قطعاً کوئی آثار نمایاں نہ تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے سر اور داڑھی مبارک کے خط بھی بالکل تر و تازہ تھے۔ حاکمِ وقت یا اس کے کہنے پر کسی شخص نے جب آپ کے چہرۂ انور کو دبایا تو فوراً اس مقام سے خون ہٹ گیا اور جب اس نے انگلی اٹھائی تو خون پھر اپنی جگہ واپس لوٹ آیا جیسا کہ زندہ آدمی کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ کے جسدِ مبارک کو مراکش کے قدیم حصہ میں دفن کیا گیا اور اس پر ایک عمارت (روضہ) بھی تعمیر کی گئی۔ علامہ یفرنی فرماتے ہیں کہ سال 1133ھ میں خلیفہ مراکش نے آپ کے روضہ مبارک کو دوبارہ تعمیر کروایا اور سنگِ بنیاد کے موقع پر ایک محفل کا انعقاد بھی ہوا۔ اسی طرح سلاطین مولائی اسماعیل اور محمد بن عبد

اللہ کے دورِ حکومت میں مزارِ مبارک کی توسیع کے علاوہ بعض حصوں کو دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

الحمد اللہ اس مقامِ مقدس پر ہمیں بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مرکزی دروازہ سے داخل ہوں تو دائیں جانب ایک وسیع و عریض ہال ہے جو مراکشی فنِ تعمیر کا عظیم شاہکار نظر آتا ہے۔ اس ہال میں داخل ہوں تو بائیں جانب ایک کنارے پر صاحبِ دلائل الخیرات شریف حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی کا پُر کیف و پُر انوار مزار مبارک موجود ہے۔ جس کی نورانی و روحانی کرنیں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہی ہیں۔ حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی کا مزارِ مبارک انتہائی پُر کیف، معطر اور انوار و برکات کا مظہر ہے۔ آپ کی قبر مبارک چاروں اطراف مکمل طور پر بند ہے۔ اوپر ایک صندوق رکھا ہوا ہے جس پر انتہائی خوبصورت کڑھائی والا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ شبِ جمعہ اِس مقام پر اجتماعی طور پر دلائل الخیرات شریف کا بھی ورد ہوتا ہے۔ حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی کے روضہ مبارک سے باہر نکلیں تو سامنے ایک صحن آتا ہے۔ جس میں ایک خوبصورت فوارہ لگا ہوا ہے، حاضرین تبرکاً اس کا پانی پیتے ہیں۔ مذکورہ صحن سے آگے کی طرف جائیں تو سامنے حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی کی مسجد کا مرکزی دروازہ آتا ہے۔ یہ مسجد وسیع رقبہ پر قائم ہے۔ روضہ مبارکہ کے پورے حصے یا کمپلیکس کو ضریح بن سیدی سلیمان اور الزاویہ الجزولیہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کو بے شمار القاباتِ مبارکہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ لقب جو رسول اللہ ﷺ نے انھیں عطا فرمایا اس کے کیا کہنے!

حضرت شیخ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میں رسولوں کی زینت ہوں اور تم اولیا کی زینت ہو۔

دنیا کے دیگر ممالک کی طرح ہمارے وطنِ عزیز پاکستان میں بھی ''دلائل الخیرات'' کثرت سے پڑھی جاتی ہے۔ یہ متبرک کتاب معروف سلاسِل کے شیوخ کے اپنے وظائف میں بھی شامل

ہوتی ہے اور مریدین کو بھی اس کے پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ ''دلائل الخیرات شریف'' کا انفرادی اور اجتماعی طور پر بھی وِرد کیا جاتا ہے۔ یہ امر نہایت قابل ستائش وتحسین ہے کہ شہر کراچی میں اس نیک اور بابرکت کام کے لیے ایک مجلس بھی عرصہ سے قائم ہے۔ جس کا نام ''مجلس دلائل الخیرات شریف'' ہے، جس کے اہم اغراض ومقاصد میں ''دلائل الخیرات شریف'' کی قرأت، طباعت واشاعت و بِلا ہدیہ تقسیم وترویج شامل ہے۔

''دلائل الخیرات شریف'' کی قرأت کے افتتاح کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے گھر کا انتخاب کیا گیا اور یہ عظیم سعادت کراچی کی مشہورِ زمانہ مسجد ''جامع مسجد آرام باغ'' کے حصہ میں آئی۔ بروز سوموار شریف ۱۹ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۴ مئی ۲۰۰۱ء، درود وسلام کی بابرکت مجلس کا افتتاح ہوا، جو بحمد اللہ آج تک بغیر کسی ناغہ کے جاری وساری ہے اور انشاء اللہ العزیز یہ بابرکت اور مقبول عمل جاری رہے گا۔ اس میں ہر طبق کے لوگ نہایت ذوق وشوق اور محبت سے شامل ہوکر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیۂ درود وسلام پیش کرکے ثواب اور برکت کے ساتھ ساتھ سکونِ قلب کی عظیم دولت سے سرشار ہوتے ہیں۔ جامع مسجد آرام باغ کراچی میں ہر روز بعد نمازِ عصر بارگاہِ رب العالمین میں سیدی محمد بن سلیمان الجزولی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ایک عاجزانہ التجا پڑھی جاتی ہے۔ پھر تمام حاضرین مل کر اس دن کی حزب [منزل دلائل الخیرات شریف] پڑھتے اور سنتے ہیں اور مغرب کی اذان سے پہلے دعائے خیر وبرکت کے ساتھ دُرود وسلام کی یہ بابرکت محفل اختتام پذیر ہوتی ہے۔

ہر قمری (چاند) ماہ کے پہلے اتوار کو قطبِ زمانہ صاحبِ دلائل الخیرات شریف حضرت سیدی محمد بن سلیمان الجزولی رضی اللہ عنہ کی یاد میں بعد از نمازِ مغرب نعت خوانی ہوتی ہے، اس کے بعد تمام حاضرین مل کر ایک مخصوص منقبت بارگاہِ سیدی الجزولی رضی اللہ عنہ میں پیش کرتے ہیں۔ پھر خطاب ہوتا ہے جس کے اختتام پر دعا اور پھر لنگر شریف تقسیم کیا جاتا ہے۔

الحمد اللہ! اس بندۂ ناچیز کو کئی بلادِ عربیہ واسلامیہ میں بزرگوں کے اعراس میں شرکت کی

سعادت حاصل ہوئی لیکن آج تک کسی ایسے عرس میں نہ تو شرکت کی اور نہ ہی سنا کہ کسی مقام پر صاحبِ دلائل الخیرات شریف کا سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے۔ یہ جان کر انتہائی دلی مسرت وراحت حاصل ہوئی کہ پاکستان کے شہر کراچی میں سیدی محمد بن سلیمان الجزولی رضی اللہ عنہ کا عرس منعقد ہوتا ہے۔ میری قلیل معلومات کے مطابق ایشیاء و بلادِ عربیہ میں صرف کراچی میں ہی مجلسِ دلائل الخیرات شریف کے زیرِ انتظام عرس منعقد ہوتا ہے۔ اب تک مجلس کے زیرِ انتظام ۱۳ سالانہ عرسوں کی تقریبات منعقد ہو چکی ہیں۔ ان سالانہ عرسوں کی تقریبات کا آغاز ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۲ء میں ہوا۔ اور بحمد اللہ یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

جنگ نامہ منسوب بہ قاسم نامہ

مولانا شمس الدین اخلاصیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبرک جستن بذکرِ خواجہ تونسوی غوثِ زماں قائم مقام شاہ سلیماں ادام اللہ تعالیٰ ظل اشادہ علی رؤس المستر شدین الی یوم الدین۔

بہ دریائے گردونِ خورشید کف	۲۷۱	امیں آمدہ رُو کشادہ صدف
چو بارانِ رحمت بہ عالم رسید	۲۷۲	صدف قطرۂ در دہن پرورید
ازاں قطرہ شد لولوئے تابناک	۲۷۳	کزو روشنی یاب روئے خاک
سلیماں کہ او قطب وشہباز بود	۲۷۴	چو غواصی بحرِ گردوں نمود
بہ دست آمدش لولوئے شاہوار	۲۷۵	ازاں لُجّہ بُردَش بہ دریا کنار
چناں ہر کہ شاہ خلائق بود	۲۷۶	چنیں دُرَّۂ التّاج لائق بود
شگوفہ یکے سکۂ بو بہار	۲۷۷	درم ریز گشتہ دریں جوئبار
دلش بر کۂ راہ است پُر از گلاب	۲۷۸	بود جانِ ہر کس اَزُوْ بہرہ یاب
زہے فرخ اقبال مرشد زہے	۲۷۹	بہ ظاہر شہے و بہ باطن شہے
کہ تا در عدم پردہ مستور بود	۲۸۰	فقیری و شاہی زِ ہم دور بود
زِ قرب دِگر ہو یکی مُنْدَرِفع	۲۸۱	چو تر سندہ جانی زِ زحمِ فلعِ
چو آں شاہ کون و مکاں در رسید	۲۸۲	فقیری بہ سر تاجِ شاہی کشید
مدارِ حقیقت سلاطیں پناہ	۲۸۳	زِ ترکِ دو عالم بہ سر بر کلاہ
زِ چترِ سلاطیں کلاہش فَرَہ	۲۸۴	زِ ہائے ھُو اللہ بہ روزد گرہ
بہ تجرید و تفرید ثابت قدم	۲۸۵	بہ اِیَّاکَ نعبد کشیدہ علَم

سپردہ عناں با طریقِ صفا ۲۸۶ نہادہ قدم بر پئے مصطفیٰ

ہمہ کارِ اُو با فروع و اصول ۲۸۷ ہمہ قولِ اُو با خدا و رسول

دل از ماسِوَی اللہ خلاص آمدش ۲۸۸ زِ بارِ خدا بار خاص آمدش

بہ چشمِ یقیں آیدْ اُو را نظر ۲۸۹ مَلَک اَزْ فَلَک ہر زماں جلوہ گر

در افشاں بیانش گہے اَزْ خَشَرْ ۲۹۰ برو سامعاں چوں مگس بر شکر

گہ افراشتہ ہر دو دستِ دعا ۲۹۱ بہ چنگش دو پنجش کلیدالسما

در افگندہ چنگ آسماں را بہ جیب ۲۹۲ بر آورد را زِ نہانی زِ غیب

بہ پاکسی رسید از ازل گوہرے ۲۹۳ ازو گوہرِ خاک را زیورے

دریں کاخِ مِینا دو قُطبِ زمانہ یگاں ۲۹۴ ہموں ست قطبِ زمانہ یگاں

دُوَم آفتابے بہ روئے زمیں ۲۹۵ سِوَم سعد از آسمانِ بریں

فلک گشتہ ہم چوں زمیں خاکِ اُو ۲۹۶ شدہ شیرِ اُو صیدِ فتراکِ اُو

دَمِ اَنْدَرُ تن ہر کہ جاں آمدش ۲۹۷ زِ آمارہ نفسِ مسلماں شدش

زِ بَادِ دَمَش ترّی گُلِ رَوَدْ ۲۹۸ زِ خاکِ درش دل رَوَدْ

کساں درش جاں باری کنند ۲۹۹ زِ گردِ درش سرمہ سازی کنند

شہانِ زماں حلقہ در گوش اُو ۳۰۰ سرانِ زمیں باجِ بَرْ دَوْشِ اُو

بہ گمراہے جاں رقیبِ طریف ۳۰۱ بہ بیماریٔ دِل طبیبِ ظریف

لبِ لعلِ اُو شکر انگیختہ ۳۰۲ تکلم درو شیری آمیختہ

ازاں شربتے ہم چو آبِ حیات ۳۰۳ رواں گساں بہرہ یابِ حیات

بہ بابش کلاب اند ظلمانیاں ۳۰۴ بہ خوانش زباں بند روحانیاں

سرے کش بہ زیرِ قدم گشت خاک ۳۰۵ سراسر زِ حِرص و ہوا گشت

تصرف بہ ملکِ ولایت کند ۳۰۶ ولایت بہ خلقِ عنایت کند

بہر سر کہ از وے نگاہے رسد ۳۰۷ چو چترِ سلاطیں کلاہے رسد

زِ ملکِ دو عالَم نِگا ہَش بہ ست	۳۰۸	زِ چترِ سلاطیں کلا ہش بہ ست
بہ نامیکہ از اللہ بخش آمدش	۳۰۹	سعادات اللہ بہ بخش آمدش
زِ بے تخم پاشی و کاِ کِشت	۳۱۰	زمیں بود ویرانہ چوں خُشک خِشت
رسید اَبرِ عِیساں زِ ہندوستاں	۳۱۱	زمیں گشت اَزُو گلشن و بوستاں
بہ تونسہ دروں باشش ہر زماں	۳۱۲	زِ مشرق بہ مغرب شد آبش رواں
بود پنج نوبت زن اسکندری	۳۱۳	چو خضر از پی گمرہاں راہبری
چو مُلکِ سلیماں در آوُرد زیر	۳۱۴	رَوَد والی ہند نامش دلیر
بہ اندرش ہرچہ باشد فلک	۳۱۵	نصیب مساکیں دہد یک بہ یک
چو طوبائے جنت کہ بے گماں	۳۱۶	بہ ہر کوشکے شاخ شد سائباں
بہ ہر خانہ جودش رسیدہ بود	۳۱۷	ازو ہر کسے بہرہ چیدہ بود
بسے کامد اِمرُوز تُخم افگنے	۳۱۸	بہ روز پسینش رسد خرمنے
ہم اخلاصی خوشہ چین اش بود	۳۱۹	بہ فردوس اعلیٰ قرینش بود
بیا ساقیا از مئی لعل گوں	۳۲۰	بہ دہ کز خودی جملہ آیم بروں
خراباتیاں را شوم ہم نشیں	۳۲۱	زِ سَرُ دردی و غم فراغت گزیں

جاری----------

تذکرہ اساتذہ کرام درس گاہ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی

علامہ محمد اسلم ☆

حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی کی درس گاہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دینے والوں میں سے استاذ العلماء حضرت مولانا محمد امام غزالی کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے۔ جن کا شمار اپنے وقت کے نامور اور مستند علما میں ہوتا تھا علاوہ ازیں وہ تقویٰ وطہارت کے اعلیٰ مقام پر بھی فائض تھے۔

ولادت: استاذ العلماء، محبّ الفقراء حضرت علامہ مولانا محمد امام غزالی نے ٹمن [تحصیل تلہ گنگ، ضلع چکوال] کے ایک دور افتادہ گاؤں میں حافظ حکیم محمد میر عالم کے ہاں ۱۸۸۸ء کو ولادت باسعادت ہوئی۔ مولانا موصوف کے آباؤ اجداد موضع سبز پیر، نزد حسن ابدال سے ہجرت فرما کر ٹمن میں آباد ہوئے تھے۔ اور آپ کے والد حکیم محمد میر عالم صاحبِ علم، حکمت وطب میں مشہورِ زمانہ تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے خاندان میں سے اکثر افراد حافظِ قرآن اور صاحبِ علم گزرے۔

سلسلۂ تعلیم:۔ مولانا محمد امام غزالی نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ٹمن ہی میں حاصل کی۔ چونکہ دو سال کی عمر میں آپ کے والدِ گرامی کا انتقال ہوگیا۔ تاہم والدہ صاحبہ نے آپ کو علمِ دین پڑھنے کے لیے اس وقت کی عظیم درسگاہ جامعہ نعمانیہ، لاہور میں داخل کروادیا۔ یاد رہے کہ مولانا کی عمر اس وقت صرف چھ سال تھی۔ جب آپ نے جامعہ نعمانیہ کا رُخ کیا۔ بہر صورت آپ کچھ عرصہ شعبہ کتب کی تعلیم وہاں حاصل کرتے رہے۔ [جیسا کہ صاحبزادہ اقبال فاروقی نے صد سالہ انجمن فضلاء نعمانیہ میں امام غزالی کا اسمِ گرامی فہرست طلبا میں ذکر فرمایا]۔ لیکن مالی وسائل اور دیگر معاملات کی وجہ سے وہاں آپ تکمیل نہ کرسکے۔ جب آپ اپنے وطن ٹمن میں تشریف لائے تو

☆ صدر مدرس، درس نظامی، خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی

آپ کی والدہ نے آپ کو مزید حصولِ تعلیم اور تکمیل کی خاطر حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی کی درس گاہ مکھڈ شریف میں داخل کرایا۔ اس وقت اس خانقاہ معلیٰ میں درس و تدریس کے لیے امام المتوکلین سید الفقراء بیہقی وقت، شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام محی الدینؒ مکھڈی تشریف فرماتھے۔ اور آپ کا میدانِ تدریس میں ایک نام تھا، جس کی وجہ سے متعدد تشنگانِ علم و معرفت اپنی پیاس بجھانے کے لیے حاضر ہوتے رہے۔ تاہم مولانا محمد امام غزالی بھی اپنے سلسلۂ تعلیم کو پروان چڑھانے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ علاوہ ازیں اس وقت مکھڈ شریف کی درس گاہ میں علاقہ چھچھ کی معروف شخصیت مناظر اسلام حضرت علامہ قطب الدین غورغشتی بھی منصبِ تدریس پر جلوہ فرما تھے۔ مولانا امام غزالی نے علامہ غورغشتی سے بھی خوب استفادہ کیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے علامہ عبدالرحمٰن پنڈسرال سے بھی استفادہ کیا۔ البتہ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ مولانا عبدالرحمٰن اس وقت مکھڈ شریف میں تدریس فرماتھے یا کسی اور مقام پر۔ بہرصورت مولانا امام غزالی نے کتبِ درسیہ کی تکمیل کے بعد دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے لیے دارالعلوم دیوبند میں مولوی محمود الحسن کی طرف رجوع کیا۔ آپ نے تین سال میں صحاحِ ستہ کی تکمیل کی۔

سلسلۂ تدریس:۔ مولانا محمد امام غزالی جب فارغ التحصیل ہوئے تو اپنے گاؤں ٹمن کی جامع مسجد باغباناں میں درس و تدریس کے لیے ایک مدرسہ دینیہ کی بنیاد رکھی۔ جہاں آپ کافی عرصہ تک تدریس فرماتے رہے۔ آپ نے اس ہی مدرسہ سے علما کی وسیع جماعت تیار کی۔ اگرچہ آپ کی طبیعت، شہرت اور تصنع سے مبرا تھی لیکن جب طلبا کی ایک جماعت آپ سے فارغ التحصیل ہوئی۔ تب علاقے کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ مولانا کس قدر علمِ دیں پڑھنے پڑھانے میں کوشاں ہیں اور آپ کو تحصیل بھر کے لوگ استاد کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ کا فتویٰ بھی ایک حتمی فیصلے کی حیثیت رکھتا تھا۔ بالآخر وہاں مدرسے میں کسی وجہ سے حالات خوشگوار نہ رہے تو آپ کو خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی کی درس گاہ میں پڑھانے کے لیے حضرت مولانا احمد دینؒ مکھڈی نے مدعو کیا۔ آپ مکھڈ شریف دوسال تک تدریس فرماتے رہے۔ مولانا سے قیامِ مکھڈ شریف کے

دوران مولوی غلام محی الدین زیدہ مجدہ الکریم استفادہ کرتے رہے۔ علاوہ ازیں مولوی غلام محی الدین بیان فرماتے ہیں کہ جب میرے والد صاحب کا وصال ہوا۔ اس وقت میرے برادر سراج الدین بھی مولانا سے ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ تاہم مولانا موصوف کی شخصیت بنیادی طور پر تو درس و تدریس سے ہی متعاف رہی۔ اگر چہ آپ نے سیاسی تحریکوں میں بہت کم شمولیت فرمائی لیکن تحریکِ خلافت وغیرہ کے زمانہ میں آپ نے بھر پور حصہ لیا۔ حتیٰ کہ راولپنڈی ڈویژن کی خلافت کمیٹی کے آپ صدر بھی رہے۔ اگر چہ بعد میں آپ نے بعض وجوہ کی بنا پر استعفیٰ بھی دے دیا تھا۔

بیعت وارادت: حضرت مولانا محمد امام غزالی روحانی اسلوب و منازل طے کرنے کے لیے حضرت خواجہ احمد میرویؒ کے دست پر بیعت ہوئے۔ اور تمام زندگی اپنے آستانہ یار سے وفا کی۔ مولانا کے متعلق صاحبِ بدرِ منیر نے ذکر فرمایا کہ مولانا امام غزالی فرماتے تھے کہ اگر چہ ظاہری علوم کی تو میں نے تکمیل کر لی تھی، لیکن تسکینِ قلبی اُس وقت حاصل ہوئی۔ جب میں نے عارفِ وقت خواجہ احمد میروی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ حضرت پیر فتح شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت میروی مولانا محمد امام غزالی کی بیعت کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب میں ماہِ صفر ۱۳۷۰ھ میں ترگ شریف جا رہا تھا، تو ماڑی انڈس سے مولانا امام غزالی بھی میرے ساتھ شریکِ سفر ہوئے اور ہم دونوں نے ایک دن رات اکٹھا گزرا۔ دورانِ گفتگو مولانا امام غزالی نے ارشاد فرمایا کہ میری بیعت بھی حضرت خواجہ میروی کی شفقت و کرامت کی وجہ سے ہے۔ جب حضرت میروی کا وصال ہو گیا تو میں بہت پریشان ہوا۔ تاہم حضرت گولڑوی کی خدمت میں گولڑہ شریف حاضر ہو کر عرض کی کہ حضرت کے وصال کے بعد میں پریشان ہوں لہٰذا آپ بیعت ثانی فرمائیں۔ حضرت گولڑوی نے فرمایا: مولوی صاحب شاید آپ کو حضرت میروی کا مقام و مرتبہ معلوم نہیں ہے۔ آپ ایک دفعہ گولڑہ شریف کی طرف بغیر اطلاع تشریف لا رہے تھے۔ جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں فلاں مقام پر استقبال کے لیے گیا اور وہاں سے قیام گاہ تک میں خود حضرت کی پالکی کندھوں پر اٹھا کر لایا تھا۔ لہٰذا آپ بیعتِ ثانیہ کا

ارادہ ترک کر دیں۔ بلکہ آپ کو جو کچھ ملے گا بارگاہِ میروی سے ہی ملے گا۔ اسی طرح ایک انٹرویو میں صاحبزادہ مقبول احمد میرویؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت مولانا محمد امام غزالی خواجہ احمدؒ میروی کی بارگاہ میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوئے تو حضورِ اعلیٰ نے مولانا سے فرمایا کہ میں آپ کو تین شرائط پر بیعت کروں گا۔

۱۔ آپ آئندہ رئیسِ ٹمن خان بہادر کے گھر کھانا کھانے کے لیے نہیں جائیں گے۔ مولانا نے عرض کی کہ حضور وہ تو میرا دوست ہے۔ آپ نے فرمایا اگر دوست ہے تو پھر وہ مسجد میں کھانا لے کر آجائے۔ کیونکہ آپ کے جانے سے دین کی تذلیل ہوگی اور اس کا مسجد میں آنے سے اس کی عزت ہوگی۔

۲۔ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی بھی شخص سے سوال نہ کرنا۔ اگر رزق میں کمی آجائے تو مجھے پکڑ لینا۔ لہٰذا تم اللہ کی مخلوق کو اللہ کی رضا کی خاطر دین پڑھاؤ۔

۳۔ میرے مرید ہونے کے بعد ہمہ وقت میرے پاس دوڑ آنے کی بجائے طلبہ کو سبق پڑھانا اور ان کے اسباق ضائع نہ کرنا۔

اگر یہ تین باتیں تمہیں منظور ہیں، تو میں آپ کو بیعت کرتا ہوں وگرنہ کوئی اور پیر تلاش کر لو۔ مولانا نے کہا: دو باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن آخری بات نہیں مانوں گا۔ یعنی آپ کی زیارت کے لیے ضرور آؤں گا۔ حضرت میرویؒ نے پھر منع فرمایا کہ اگر میرے پاس آنے کی وجہ سے طلبہ کا ایک سبق بھی ضائع ہو گیا تو قیامت کے دن مجھ سے پوچھ ہوگی۔ لہٰذا تم وہیں رہ کر پڑھاؤ۔ مولانا نے کچھ عرصہ تو صبر کیا۔ بالآخر ایک دن ٹمن سے بمع طلبہ کے میرا شریف حضرت کی زیارت کا پروگرام بنالیا اور یہ سارا معاملہ حضرت میرویؒ نے میرا شریف میں روحانی تصرف اور کشف سے ملاحظہ فرما لیا۔ تو حضرت میرویؒ نے بہت ساری مٹھائی اور کھانا تیار کروایا اور ٹمن کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ٹمن سے سات، آٹھ میل کے فاصلے پر تھے۔ تو فریقین کی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت میرویؒ نے مولانا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے مولانا: آپ نے تو اپنا وعدہ

ایفا نہیں کیا لیکن میں تمھیں بچانے کے لیے لنگر لے کر یہیں آ گیا ہوں ۔ یہ ہے اللہ والوں کی بصیرت اور مخلوقِ خدا سے پیار کا انداز۔

نوٹ: مولانا موصوف اگرچہ درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف بھی کرتے رہے۔ لیکن ادب کا ذوق بہت عمدہ تھا۔حتیٰ کہ عربی وفارسی زبان میں شعروشاعری بھی فرماتے تھے۔آپ کا ایک مشہور شعر ہے۔

سمیت الغزالی لتبرک وما فیه تماثیل الغزالی

چونکہ آپ کا تخلص امام غزالی آپ کے جزوِ نام بن گیا تھا، اگر چہ آپ کا اسمِ گرامی محمد تھا۔اس لیے آپ مذکورہ شعر میں فرماتے ہیں ۔میرا نام امام غزالی محض حصولِ برکت کے لیے رکھ دیا گیا ورنہ امام غزالی اور میرے درمیان کیا مناسبت ہے۔بہر صورت آپ نے میدانِ تصنیف میں صحاحِ ستہ، تفسیر جلالین اور حاشیہ بیضاوی جیسی اعلیٰ کتب پر حواشی بھی مرتب فرمائے۔آپ کا کتب خانہ مختلف فنون کی نایاب کتب پر مشتمل ہے۔اگر چہ فی الحال آپ کی تصانیف اور حواشی میں سے کچھ بھی منظرِ عام پر نہیں آیا۔مولانا موصوف کی اولاد بھی اپنے والدِ گرامی کے عقیدہ صحیحہ سے منحرف ہے۔آخری وقت میں امام غزالی زبان کے سرطان میں مبتلا ہو گئے تھے۔بغرضِ علاج آپریشن کے لیے لاہور تشریف لے گئے ۔لیکن بعد از آپریشن چند ایام کے افاقہ کے بعد ۱۲، اکتوبر ۱۹۶۰ء کو وفات پا گئے۔صاحبزادہ مقبول احمد میرویؒ فرماتے ہیں کہ جب مولانا امام غزالی مرضِ موت کے ایام میں تھے تو میں اُن کی عیادت کے لیے گیا۔مولانا نے مجھے دورانِ عیادت ایک حیران کُن واقع سنایا۔فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ خواجہ احمد میرویؒ سے عرض کیا تھا کہ حضور میں نے اپنی زندگی میں بہت سی گستاخیاں کی ہیں ۔لہٰذا آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے معاف فرما دے۔خواجہ صاحب فرمانے لگے۔معاف تو اللہ تعالیٰ کی ذات نے کرنا ہے، البتہ تمھاری زبان پر موت سے پہلے ایک پھوڑہ نکلے گا۔اس کی زندگی پندرہ دن ہو گی۔اس کے بعد یا پھوڑہ نہیں ہو گا یا تم نہیں ہو گے۔جیسا خواجہ صاحب نے فرمایا تھا یونہی آپ کی زبان پر پھوڑہ نکلا۔پندرہ دن کے

بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات آپ نے اپنے وصال سے تین دن پہلے بتائی تھی۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مولانا کے مشہور تلازمہ میں سے خطیبِ مشہورِ زمانہ مولانا گل شیر اور مولانا محمد سعید تلہ گنگی [یہ مولانا محمد احمد الدینؒ مکھڈی سے بھی پڑھتے رہے] اور مولوی غلام خان بہت نمایاں ہیں۔

ماخذ

۱۔ انوارِ رضا، [خواجہ احمد میروی نمبر]، جوہر آباد
۲۔ تذکرۂ علمائے پنجاب، اختر راہی، مطبوعہ رحمانیہ، لاہور
۳۔ بدرِ منیر، مولانا عثمان غنی، اشاعت القرآن، چکوال

☆☆☆☆☆☆☆

قسط دوم

توحیدِ خالص

تصنیفِ لطیف

حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامیؒ

وجہ تصنیفِ کتاب

عہدِ الست کی تحقیق:

وَاِذْاَخَذَرَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ... الخ [تفسیر حقانی، چہارم، صفحہ ۱۶۸، الخ پارہ ۹، سورۃ اعراف]

چونکہ بنی اسرائیل سے عہد لینے کا ذکر آیا تھا اِس لیے مناسب ہوا کہ بلا خصوصیت بنی اسرائیل اپنے اِس عہد کو بھی یاد دلائے جو اس نے تمام بنی آدم سے لیا ہے تا کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ عہدِ الٰہی کی پابندی صرف بنی اسرائیل پر ہے اس عہد کی تفسیر میں علما کے دو قول ہیں۔

اول:۔ جمہور مفسرین اہلِ سنت کا:

کہ یہ عہد حضرت آدم علی السلام کی تمام ذُرّیت سے جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی اِس طور سے لیا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے آدمؑ کی پشت سے تمام اولاد کو نکالا جو چیونٹیوں کی طرح سے نکل پڑے، پھر ان کو عقل اور گویائی عطا کر کے کہا کہ ’’ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ‘‘ کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں؟ سب نے کہا ’’ بَلٰی‘‘ کیوں نہیں۔ پھر فرمایا: کہ میں تم پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور تمھارے باپ آدمؑ کو گواہ کرتا ہوں تا کہ تم قیامت کو یہ نہ کہو کہ ہم کو خبر نہ تھی۔ تم کو معلوم رہے کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ تم میرا کسی کو بھی شریک نہ بنانا، میں تمھارے پاس اس عہد کو یاد دلانے کے لیے اپنے رسول بھیجوں گا اور کتابیں نازل کروں گا وہ تم کو میرا عہد یاد دلائیں گے۔ سب نے اقرار کیا اور کہا ہم گواہ ہیں، کہ تو ہی ہمارا رب اور معبود ہے۔ تیرے سوا اور نہ کوئی معبود ہے، نہ رب ہے سب نے اقرار کیا۔ (رواہ احمد)

اس مضمون کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چند صحابہ نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ اور ابیؓ بن کعب سے امام احمدؒ نے اس مضمون کو روایت کیا ہے اور وہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے جس کو امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں بیان کیا اور مسلمؒ بن یسار کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ سے کسی نے اس آیت کے معنی پوچھے انھوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا آپ نے اس میں یوں فرمایا پھر یہی مضمون آخر تک نقل کیا، کسی قدر کمی زیادتی کے ساتھ اس کو مالکؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح سے اور بھی محدثین نے مختلف عنوان سے اس آیت کی تفسیر میں روایات بیان کی ہیں اور بڑے بڑے مفسرین اس پر متفق ہیں، جیسا کہ سعیدؒ بن المسیبؒ اور سعیدؒ بن جبیرؒ اور ضحاکؒ اور عکرمہؒ اور کلبیؒ۔

دوسرا قول

جمہور معتزلہ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بنی آدم کے ظہور یعنی پشتوں سے ان کی ذُرّیت اس طرح سے نکالی کہ وہ بحالت نطفہ پشتِ آبا میں تھے۔ پھر اپنی ماؤں کے رحم میں آئے۔ پھر ان کو ''علقہ'' پھر ''مضغہ'' پھر ''کامل الخلقت'' بنا کر باہر نکالا۔ پھر عقل وحواس عطا کیا جس سے وہ اس کے مصنوعات میں غور وفکر کر کے اس کی وحدانیت پر دلائل قائم کرنے کے قابل ہوئے۔ سو یہ دلائل گویا خدا کی طرف سے عہد اور خود اُن کو اس بات پر گواہ بنانا ہے اور ان کی حالتِ احتیاج وحدوث، گویا اس عہد کو تسلیم اور قبول کرنا ہے، خدا تعالیٰ کا ان دلائل کو پیدا کرنا گویا اقرار لینا اران کا اس حالت میں ہونا زبانِ حال سے قرار کر لینا اور گواہ بننا ہے۔

اس عہد کی رُو سے ہر عاقل توحید پر قائم رہنے کے لیے مامور ہے تاکہ کسی کو اس کے بعد یہ عذر باقی نہ رہے کہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے تھے۔ وہ بری رسمیں جاری کر گئے تھے ہم ان کے بعد پیدا ہوئے انھیں کی پابندی کرتے رہے اگر گناہ کیا تو انھوں نے، قصوروار ہیں تو وہ، کس لیے کہ ہر ایک شخص پر اس عہد کی پابندی ضرور ہے۔ کیونکہ جب تم کو عقل وادراک ہے تو کیوں ایسی بری باتوں میں جو تمھارے عہدِ خداوندی کے برخلاف ہیں۔ ان جاہلوں کی پابندی کرتے ہو۔ دنیا میں خدا تعالیٰ کے رسول اسی عہد کو یاد دلانے کے لیے آئے ہیں۔

دلائل

(۱) معتزلہ کے یہ ہیں اول یہ کہ ''من ظہورھم'' بدل ہے بنی آدم سے، پس اس صورت میں آیت

کے یہ معنی ہوئے کہ بنی آدم کی پشتوں سے ان کی ذُرّیت کو نکال کر اس سے عہد لیا نہ کہ آدمؑ کی پشت سے بلکہ آدم کا تو اس میں کچھ ذکر بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اگر آدم کی پشت سے ذُرّیت کا نکالنا مراد ہوتا تو ''من ظهورهم'' نہ فرماتا بلکہ ''من ظهره'' کیونکہ آدمؑ ایک شخص تھا جس کے لیے ضمیر مفرد چاہیئے نہ کہ جمع اور **انما اشرک آباؤنا** کہنا بھی ذُرّیت آدمؑ کی نسبت صادق آسکتا ہے کہ آدمؑ کی نسبت، کیونکہ آدمؑ کا باپ دادا کون مشرک تھا۔

(۲) دوم عہد کسی اہل عقل وادراک سے لیا جاتا ہے نہ کہ غیر اہلِ فہم وادراک سے۔ پس اس وقت اولاد آدمؑ کو ضرور عقل وادراک ہونا چاہیئے اگر ایسا ہوتا تو اس وقت بھی ہم کو یاد ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ کسی کو بھی یاد نہیں علاوہ اس کے بنی آدم کروڑوں بلکہ اَن گنت ہیں پھر اس قدر لوگ آدمؑ کی پشت سے چیونٹی کیا ذرہ سے بھی کم فرض کیے جاویں تو بھی نکل نہیں سکتے، کیونکہ ان کے اجسام کا مجموعہ ایک پہاڑ ہونا چاہیئے تھا۔ جو دنیا کے تمام پہاڑوں سے بڑا ہو اور جواب عالم وجود میں لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ ان کو ان ذرات کا عین کہا جاوے تو بھی ممکن نہیں کیونکہ عین تو کیا یہ ذرات ان انسانوں (جو اجسام مخلوق از مادہ منویہ ہیں) جزو بھی نہیں رہیں۔ احادیث سودہ اخبار احاد ہیں جو نصِ قرآنی اور بداھتہ عقل کے مقابلہ میں قابلِ التفاف نہیں۔

جوابِ اہلِ سنت:

اہلِ سنت اِن دلائل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ **اما دول فجوابه** مراد خدا تعالیٰ کی یہ ہے کہ سلسلہ وار ہر ایک نبی آدم کی پشت سے ان کی ذُرّیت نکالی جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے۔ مثلاً زید کو عمرو کی پشت سے اور عمرو کو اس کے باپ خالد کی پشت سے علیٰ ہذا القیاس۔۔۔۔ اور لامحالہ اوپر کی طرف حضرت آدم علیہ السلام پر سلسلہ منتہی ہوگا۔ چونکہ سب کا مبتدا آدمؑ ہیں، تو گو صراحتاً آدمؑ کی پشت سے نکلنا نہ کہا مگر جب کہ اس طرح سے ایک کا دوسرے سے نکلنا کہا تو گویا سب کا آدمؑ کی پشت سے نکلنا کہا۔ اس غرض کے لیے ''**من ظهر آدم**'' نہ کہا بلکہ ''**من ظهورهم**'' فرمایا اور اسی لیے ''**انما اشرک آبائونا**'' بھی بلحاظ مشرک نسلوں کے ان سلاسل میں سے صحیح ہوا۔

اما الثانی فجوابه: واضح ہو کہ انسان درحقیت نفس ناطقہ یا روح ہے اور گو حادث ہے مگر اجسام کے پیدا ہونے سے بہت پہلے سے ہے اور اس کا اِدراک اس عالم حسی میں بذریعہ آلات جسمانیہ

کے ہے اور دوسرے عالم میں ان کی کچھ احتیاج نہیں جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا تو اس ''اخذ من ظھور ھم'' کی یہ تفسیر ہے کہ گو اَرْ وَاح جو جواہرِ باقیہ اور نفوسِ صافیہ ہیں۔ آدمؑ کے حدوث میں ہم قدم ہیں مگر دنیا میں ظہورِ ترتیبی ہونے کی وجہ سے سب کا آدم علیہ السلام پیش خیمہ ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے جب آدمؑ کو دنیا میں بھیجا تو اُن کے ذریعے سے تمام نفوس وارواح کو جو دنیا میں ظاہر ہونے والے تھے اور ان کا ظہور جس آدم ہی کے وسیلہ سے تھا۔ آدمؑ کی پشت سے ترتیب وار نکالا۔ رہا ان کا چیونٹیوں کی مانند ہونا۔ سو یہ تشبیہہ ہے بلحاظِ حالتِ اجمالیہ کے جو اُن ارواح کو اس وقت عارض تھی اور اسی لیے یہ بھی آیا ہے کہ ان میں کچھ نورانی تھے اور کچھ ظلمانی تھے۔ یعنی اہلِ سعادت کی روحیں منور تھیں اور اہلِ شقاوت پر ازلی تاریکی تھی۔ سو وہ دراصل اجسام عنصریہ نہ تھے کہ جن کا مجموعہ بڑے پہاڑ سے زیادہ فرض کر کے آدمؑ کی پشت سے نکالنا محالِ خیال کیا جاوے۔ رہی یہ بات کہ پھر ہم کو وہ عہد یاد کیوں نہیں اور جب یاد نہیں تو ایسے وقت کے عہد سے فائدہ ہی کیا ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس جسم سے جب نفوس متعلق کیے جاتے ہیں تو اس کے آثار اس پر فائض ہوتے ہیں اور اس عالم میں جو روح جو عالمِ قدس کا ناز پروردہ طائر ہے، جب جسم عنصری کے پنجرے میں بند ہوتا ہے تو وہاں کے حالات بالکل بھول جاتا ہے۔ اسی کی تدبیر و تصرف میں مصروف رہتا ہے اور اسی لیے خاص دنیا کے سینکڑوں معاملات ہم بالکل بھول جاتے ہیں۔ سو اس عہد کے تمسک کا یہ فائدہ ہے کہ جب انسان اس عالم میں جاوے گا اور حجابِ جسمانی اُٹھ جاوے گا۔ تو اُس کو اپنی اگلی پچھلی سب باتیں یاد آجاویں گی۔ سو یہ تمسک اس عدالت میں پیش کیا جاوے گا اور یہ عذر مسموع نہ ہوگا کہ دنیا میں ہم کو اس سے آگاہی نہ تھی۔ کیونکہ انبیاء اور ان کے نائبین کہ جن میں سے ایک عقلِ سلیم بھی ہے اس کو یاد دلا چکے ہیں۔

اور جو مراد معتزلہ عہد سے لیتے ہیں وہ بھی ہمارے قول کے منافی نہیں علاوہ اس کے اخذ صیغہ ماضی تو ہمارے ہی قول کی تائید کرتا ہے۔ **ھذا تحقیق المقام والعلم عنداللہ العلم شان نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ... جواھر البحار، صفحہ ۱۵۲ ان الملائکۃ امروا ابالسجود لادم لاجل ان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جبھتہ...**

ترجمہ: تحقیق فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سجدہ کرنے کا حکم کیا گیا اس لیے کہ ان کی

پیشانی مبارک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک تھا۔ زرقانی علی المواہب، صفحہ ۴۹، جلد اول۔

حدیث شریف **وفی الخبر لما خلق اللہ تعالیٰ آدم جعل (اودع) ذالک النور (نور المصطفیٰ) فی ظھرہ فکان لشدتہ) یلمع فی جبینہ نیغلب علی سائہ) باقی انوارہ...**

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی پشت میں رکھ دیا وہ نور پاک ایسا شدید چمک والا تھا کہ باوجود پشت آدم علیہ السلام میں ہونے کے پیشانی حضرت آدم علیہ السلام سے چمکتا تھا اور آدم علیہ السلام کے باقی انوار پر غالب ہو جاتا تھا۔

یعنی آدم علیہ السلام کی پشت میں اجزائے جسمانیہ کے جوہر لطیف کے انوار رکھے گئے تھے۔ یہ اجزا مبارک روح کے اجزا نہیں۔ نہ روح کا کُل ہیں۔ کیونکہ ایک بدن میں ایک ہی روح سما سکتی ہے۔ ایک سے زیادہ ایک بدن میں روح کا پایا جانا بداہتہ باطل ہے۔ لہٰذا آدم علیہ السلام کی پشت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک نہیں رکھی گئی تھی۔ بلکہ جسم اقدس کے جوہر لطیف کے انوار رکھے گئے جو اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔ تقدم اقرارِ ربوبیت اس عہد و پیمان میں سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدس نے رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔ خصائص کبریٰ، جلد نمبر ا۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من قال بلی یوم الست بربکم... جواھر البحار، صفحہ ۵۲۹ جلد نمبر ا .... کان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اول من قال بلی ولھن اصار متقدما علی الانبیاء...

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے بلیٰ فرمایا اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء کرام پر فضیلت ملی۔ اول ساجد حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے: روح البیان، جلد اول صفحہ ۱۰۴۔

واول من سجد جبرئیل فاکرم بانزال الوحی وخصوصا علی سید المرسلین ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم عزرائیل ثم سائر الملائکۃ...

ترجمہ: اور سب سے پہلے "اُسْجُدُوْا" کے حکم کی تعمیل کرنے والے حضرت جبریل علی السلام تھے۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام کو نزولِ وحی کے منصب سے نوازا گیا۔ خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ

وسلم پر۔ پھر سجدہ حضرت میکائیل پھر حضرت اسرافیل پھر حضرت عزرائیل، پھر تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔

نہ سمجھو خاک کا پتلا جمال کبریا ہوں میں

نبوت حضرت آدم علیہ ادم علیہ پر دلائل: (۱) صاوی شریف، جلد نمبر ۱، ص ۱۴۹۔

ان اللہ اصطفی آدم ونوحا وال ابراھیم والمعنی ان اللہ اصطفی ھو لا ء بالاسلام والنبوۃ والرسالۃ...

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کو اسلام، نبوت اور رسالت سے برگزیدہ فرمایا۔

دلیل (۲) **باب بدء الخلق، مشکوٰۃ شریف...**

ان اللہ اصطفی آدم ونوحا وال ابراھیم وال عمران علی العالمین، قال المفسر وآدم ونوح من الانبیاء علیھم السلام۔۔۔ تفسیر احمدی، ص ۲۰۴۔

دلیل (۳) **وقال القاضی ناصر الدین البیضاوی... ان اللہ اصطفی آدم بالرسالۃ والخصائص الروحانیۃ والجسمانیۃ...** الخ، انوار التزیل، ص ۱۰۵۔

دلیل (۴) **وقال الشیخ عبدالعزیزؒ فی بیان مکاسب الانبیاء کان آدم علیہ السلام حراثا...[فتح العزیز، طبع الٰہی بخش، ص ۱۱۹۔**

اس حدیث پاک پر جو ابنِ تیمیہ نے تنقید کی ہے۔ اس کے متعلق صاحبِ شفاء القام نے صفحہ ۱۶۳ پر فرمایا۔ **وکیف یحل لمسلم ان یتجا سر علی منع ھذا الامر العظیم الذی لا یردہ عقل ولا شرع وقدذکر فیہ ھذا الحدیث۔**

ترجمہ:۔ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اس نبوت کے امر عظیم پر جرأت کرے کہ وہ پیغمبر نہ تھے جس کو شرع اور عقل نہیں رد کرتی۔ چہ جائیکہ حدیث پاک بھی ہے۔

دلیل (۵) **قال العلامۃ النسفی اول الا نبیاء آدم علیہ السلام واخرھم محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام واما نبوۃ آدم علیہ السلام فبا لکتاب الدال علی انہ امرو نھی مع القطع بانہ لم یکن فی زمنہ نبی آخر فھو (مخصوص) بالوحی وکذالسنۃ والا جماع فانکار نبوتہ علی ما نقل عن البعض یکون کفراً ...** شرح عقائد نسفی۔ ص ۹۸۔

ترجمہ:۔ دلیل نمبر۵: قال العلامہ النسفی ۔ پہلے انبیاء کے آدم علیہ السلام ہیں اور آخر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نبوتِ آدم علیہ السلام قرآن سے ثابت ہے۔ وہ دلالت کرتی ہے اِس بات پر کہ امر کے اور نہی بھی۔ ساتھ یقین اس بات کے آدم علیہ السلام کے زمانے میں کوئی نبی دوسرا نہیں تھا۔ پس وہی آدم علیہ السلام ہی مخصوص بالوحی ٹھہرے، اور اسی طرح حدیث اور اجماع سے بھی ثابت ہے۔ پس آدم علیہ السلام کی نبوت کا انکار بنابر نقل عن البعض کفر ہوگا۔ شرح عقائد نسفی، ص۹۸۔

دلیل(۶) **فاعلم ان اولیة نوح علیه السلام فی الحدیث باعتبار انه ذوی العزم من الرسول ولم یکن آدم من اولی العزم کما صرح به بعض الشراح ،لا اله الا الله آدم صفی الله۔**

ترجمہ:۔ جان لو، نوح علیہ السلام کی اولیت حدیث میں اس اعتبار سے ہے کہ وہ پہلے اولو العزم رسولوں میں سے ہیں اور آدم علیہ السلام پہلے اوللعزم پیغمبروں میں سے نہ تھے۔ جیسا کہ بعض الشراح نے تصریح کی ہے۔ **لا اله الله الله آدم صفی الله۔**

دلیل(۷) **وایضا فی فتاویٰ خانیة وحافظیة ودلائل الخیرات ذکر نبوة آدم علیه السلام۔**

ترجمہ:۔ اور بھی فتاویٰ خانیہ اور دلائل خیرات نے آدم علیہ السلام کی نبوت کا ذکر یوں کیا۔ وہ یہ ہے۔

واعلم ان اولیة نوح علیه السلام ما هو المذکور فی الحدیث ولکن اتوانوحا اول نبی بعثه الله ماول بان نوح علیه السلام اول من ارسل الی اهل الارض سواء کانو اولاده او اخوانه واعمامه او اباعد منه واما آدم علیه السلام فکان بعثته لااولا ده خاصة وهذا المعنی یفهم من لفظ الحدیث...

ترجمہ:۔ جان لو اولیت نوح علیہ السلام جو کہ مذکور ہے۔ حدیث میں (ان الفاظ سے) لیکن آؤتم نوح علیہ السلام کے پاس جو پہلا نبی ہے، جسے اللہ نے بھیجا ہے۔ جو کہ تاویل شدہ ہے اِس بات سے کہ نوح علیہ السلام ہی وہ نبی ہیں جو کہ بھیجے گئے زمین کی طرف، جن کی طرف بھیجے گئے اُن کی تخصیص اولاد سے نہ تھی، عام تھی۔ اولادھوں یا بھائی یا چچے یا دور کے رشتہ دار اور آدم علیہ السلام کی بعثت اولاد کے

لیے خاص تھی اور یہی معنی حدیث میں سمجھا جاتا ہے۔

دلیل (۸) **قال علی القاری ورد فی مسند احمد انه سئل عن عدد الانبیاء فقال مائة الف واربع وعشرون الفا والرسل منهم ثلث مائة وثلثة عشرا ولهم آدم علیه السلام وآخرهم محمد صلی الله علیه وآله وسلم۔** (شرح فقہ اکبر علی القاری، ص ۶۹)

ترجمہ:۔ امام علی قاری نے کہا روایت کیا گیا ہے مسند امام احمد میں، کہ پوچھا گیا عدد انبیا سے تو جواباً کہا) کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں اور رُسل ان میں سے تین سو تیرہ ہیں۔ پہلے ان کے آدم علیہ السلام ہیں اور آخر ان کے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ شرح فقہ اکبر علی قاری، ص ۶۹.

دلیل (۹) **شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا۔**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اُس نے نوح کو حکم دیا تھا۔ [صاوی شریف، جلد۔ دوم، ص ۳۴

وانما لم یذکر من قبلهم لا نه لم یکن قبل نوح احکام مشروعة لا ن آدم علیه السلام کان شرعه التوحید ومصالح المعاش وا ستمر ذالک الا مر الی نوح فبعثه الله تعالیٰ بتحریم الامهات والبنات والاخوات ووظف علیه الواجبات واوضح له الاداب والدیانات ولم یزل ذالک الا مر یتاکد بالرسل ویتنا صر بالا نبیاء واحد بعد واحد وشریعة اثر شر یعة حتی ختمها الله بخیر الملل ملتنا علی لسان اکرم الرسل نبینا صلی الله علیه وآله وسلم فتبین بهذ اانَّ شرعنا معشر الا مة المحمد یة قد جمع الشرائع المتقدمة۔

ترجمہ:۔ **من قبلهم** کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نہیں کیا۔ کیونکہ نوح علیہ السلام سے پہلے احکامِ مشروعہ نہ تھے۔ آدم علیہ السلام کی شریعت میں (جو کہ نوح علیہ السلام سے پہلے تھے ان کی شریعت توحید مصالح معاش وغیرہ تھے جو کہ نوح علیہ السلام تک جاری رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیج کر، امھات، نبات، اخوات کی تحریم بیان فرمائی اور واجبات مقرر فرمائے۔ آداب اور بیانات کو واضح کیا اور ہمیشہ یہ احکام پختہ ہوتے آئے رسولوں کے ساتھ۔ اور انبیا علیہ السلام یکے بعد دیگرے دین کی نصرت ایک دوسرے کے ساتھ کرتے آئے۔ شریعت کے بعد دوسری شریعت آتی رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ

نے ختم کیا اِن احکاموں کو خیر الملت جو کہ ہماری ملت ہے۔ (ملت محمد یہ) زبان اکرم رُسل ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ پس اِس سے ظاہر ہوا کہ ہماری شریعت معشر امتِ محمد یہ نے تمام پہلی شریعتوں کو جمع کرلیا۔

فائدہ مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام نبی اور رسول تھے۔ نجدیوں کا اِس سے انکار کرنا ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ **الفرق بین النبی والرسول** جمہور اہل سنت والجماعت کی وعلماء سلف کی تحقیق یہ ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے کیونکہ اصطلاحِ شرع میں رسول صرف اُس کو کہا جاتا ہے کہ جس کو خداوندِ عالم کی طرف سے کوئی کتاب دی گئی ہو یا وہ جو مستقل شریعت لے کر آیا ہو۔ نبی کے لیے یہ دونوں شرطیں نہیں۔ قرآن پاک کی آیات اس تحقیق پر شاہد ہیں۔ دیکھو **وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی...** یہاں نبی کو بغرض تعیم بعداز تخصیص ذکر فرمایا۔ حدیث پاک

عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان الانبیاء مائۃ الف واربعۃ وعشرین الفاً وکان الرسل خمسۃ عشر وثلثہ مائۃ رجل منھم اولھم آدم الی قولہ آخرھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:۔ ابی ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ انبیا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور رسول تین سو پندرہ۔ جن میں سے پہلے آدم علیہ السلام اور آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس حدیث کو اسحاق بن راہویہ، ابن ابی شیبہ، ابویعلہ، حافظ ابن حجر شارح بخاری شریف، کتاب التعبیر ص ۲۳۱، زرقانی نے شرح مؤطا میں، ابنِ ہمام نے مسامرہ میں، قاضی عیاضؒ نے شفاء شریف میں نے نقل فرمایا۔ اس حدیث پاک نے بالکل واضح کردیا کہ نبی اور رسول میں فرق ہے جو بعض نبی کو رسول کی جگہ یا رسول کو نبی کی جگہ ذکر کیا گیا ہے وہ مجازاً ہے۔

[شرح عقائد نسفی حاشیہ خیالی، ص ۴۷] **لکن الجمھور علی ان النبی اعم من الرسول وھذا مذھب اھل السنۃ والجماعۃ ویو یدہ قولہ تعالی وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی وقد دل الحدیث علی ان عدد الا نبیاء زید من عدد الرسل** الخ

ترجمہ:۔ لیکن جمہور اِس بات پر ہیں کہ لفظِ نبی عام ہے لفظ رسول سے۔ اور یہ مذہب اہل

سنت والجماعت کا ہے اور اسی کا موید اللہ کا فرمان ہے۔ **وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی** اور حدیث دلالت کرتی ہے اِس بات پر۔ کہ پیغمبروں کی تعداد رسولوں سے زیادہ ہے۔

فائدہ جلیلہ۔ یہ تو مکمل طور پر دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام مسجودِ ملائکہ اُس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ بنے جو آپ کی پشت مبارک میں رکھا گیا تھا۔ اب بحث اس میں ہے کہ یہ سجدہ کس قسم کا تھا تو تفاسیر میں لکھا ہوا ہے کہ یہ سجدہ تعظیمی تھا۔ سجدہ تعظیمی پہلی امتوں میں مباح تھا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اور والدین نے حضرت یوسف کا سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا'' لیکن امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم میں یہ سجدہ بھی منع ہو گیا۔

ترجمہ:۔ اور اپنے والدین کو تختِ شاہی پر بٹھایا اور سب کے سب حضرت یوسف علیہ السلام کے آگے سجدے میں گر گئے۔

اشکال: اَب وارد ہوتا ہے کہ اولیا کرام جو حالتِ استغراق میں اپنے پیروں اور مرشدوں کو سجدہ، سجدۂ تعظیمی کرتے ہیں وہ سجدہ میں مرتکب گیا ہیں یا نہیں۔ اور سجدہ ان کے لیے حرام ہے یا نہیں۔ اس کا مفصل جواب مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب ''**السنتہ الجلیہ فی چشتیۃ العلیہ**'' میں دیا ہے جو کہ میرے پاس موجود ہے۔ جو شخص مفصلاً دیکھنا چاہے وہاں دیکھ لے۔ تیسری علت صوری یعنی انسان جو اشرف الخلوقات ہے۔ اس کی ساخت اور ڈھانچہ کس نوعیت کا بنا۔ سو اُس کا جواب یہ ہے کہ سب مخلوقات سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت خوبصورت بنایا اور اس خوبصورتی پر چھ تاکیدیں بیان فرمائیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والزیتون.. وطور سینین.. وھذا البلد الامین.. لقد خلقنا الانسان فی احسن نقویم.

ترجمہ:۔ قسم ہے انجیر کے درخت کی اور زیتون کے درخت کی اور طور سینین اور اس امن والے شہر (یعنی مکہ معظمہ) کی کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔

تا کہ اعلیٰ ہستی کا سب مخلوقات پر اظہار ہو جائے۔ انبیاء کرام بھی اس لیے تشریف لائے کہ انسان کو اس کا مرتبہ بتائیں۔ لہٰذا اس کے بنانے سے پہلے اس کی عظمت وخلافت کا اعلان فرما کر فرشتوں کو اس کے سجدہ کا حکم دیا پھر اسے انوکھی صورت بخشی۔ **فاحسن صورکم** فرمایا کیونکہ آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا جانا تھا، جو کہ باعثِ تخلیق کائنات اور خلقتِ آدم علیہ السلام

تھا۔ملاحظہ ہوشفاء السقام،ص ۱۶۱۔

حدیث شریف:**عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه قال قال رسول صلی الله علیه وسلم لمااعترف آدم علیه السلام بالخطیئة قال یا رب اسئلک بحق محمد اِلّا غفرت لی فقال الله یا آدم و کیف عرفت محمد ولم اخلقه قال یا رب لا نک لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت راسی فرایت علی قوائم العرش مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعرفت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الی اِذُ سالتنی بحقه فقد غفرت لک ولو لا محمد صلی الله علیه وسلم ما خلقتک... رواه الحاکمؒ والبهیقیؒ والطبرانیؒ۔**

ترجمہ:۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا انھوں نے۔فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ آدم علیہ السلام نے اپنے گناہ کا اقرار کیا۔کہا اے رب بحقِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے سوال کرتا ہوں (اور کوئی سوال نہیں کرتا) مگر یہ کہ تو مجھے بخش دے۔پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اے حضرت آدم علیہ السلام، کس طرح پہچانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو، حالانکہ میں نے ابھی تک ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔فرمایا: اے رب جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور مجھ میں روح پھونکا۔سر اٹھاتے ہی میں نے عرش کے پائے پر **لا اله الا الله محمد رسول الله** لکھا ہوا دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ تم نے نہیں ملایا اپنے نام کے ساتھ مگر وہی نام جو سب مخلوقات سے تجھے پیارا تھا۔(**محمد صلی الله علیه وسلم**) پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے، سچ کہا تو نے حضرت آدم علیہ السلام وہ نام مجھے سب مخلوقات سے پیارا ہے جب تو نے مجھ سے ان کے حق کا واسطہ ڈال کر سوال کیا تو میں نے تجھے بخش دیا۔اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

☆☆☆☆☆

معراجِ نبوی

علی صاحبہ الصلاۃ والسلام

علامہ بدیع الزماں نورسیؒ

[گذشتہ سے پیوستہ]

دوسری تمثیل

تیسری بنیاد

معراج کی حکمت کیا ہے؟

بے شک معراج میں پائی جانے والی حکمت اتنی بلند اور گہری ہے کہ انسانی فکر نہ وہاں تک پہنچ سکتی ہے اور نہ اُس کا ادراک کر سکتا ہے، اور اتنی باریک اور نازک ہے کہ تنہا عقل اُسے دیکھ نہیں سکتی۔۔۔لیکن علی الرّغم اس کے کہ اس کی حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی، اتنا ضرور ہے کہ کچھ اشارات ایسے ہیں کہ جن کے ذریعے اس کے وجود کا علم ہو سکتا ہے۔۔۔اور وہ اس طرح کہ خالقِ کائنات مخلوقات کے تمام طبقات میں اپنی وحدت کے نُور کے اظہار اور احدیت کی تجلّی کے لیے ایک ممتاز فرد کا انتخاب کرتا ہے، اُسے تمام مخلوقات کا ترجمان بنا کر اُس سے مخاطب ہوتا ہے، اُسے اپنے مقاصدِ الٰہیہ کی تعلیم دیتا ہے اور اس کے ذریعے سے تمام ذِی شعور مخلوقات کو ان مقاصد سے آشنا کرتا ہے۔۔۔

اور اس کی نظر کے ذریعے اپنی مخلوقات کے آئینے میں اپنی صنعت و کاریگری کے جمال اور اپنی ربوبیت کے کمال کا مشاہدہ کرتا اور کراتا ہے اور اسے اس پر گواہ بناتا ہے۔ اور یہ چیز معراج کے واسطے سے سرانجام پاتی ہے، جو کہ موجودات کی اس کثرت کے طبقات کی انتہا سے وحدت کی ابتدا تک رابطے کے ایک دھاگے کا کام دیتا ہے۔۔۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ صانعِ عالم اپنے آثار کی گواہی کے مطابق لا انتہا جمال و کمال کا مالک ہے، اور جمال اور کمال دونوں ہی ذاتی طور پر محبوب ہیں، اس لیے پتا چلا کہ اس صاحبِ جمال و کمال کو اپنے جمال و کمال کے ساتھ لا انتہا محبت ہے، اور یہ کہ اس کی یہ لا انتہا محبت کا مظاہرہ اس کی مصنوعات میں بہت سے

پہلوؤں سے ہو رہا ہے؛ پس وہ اپنی مصنوعات کے ساتھ اس لیے محبت کرتا ہے کہ ان مصنوعات میں وہ اپنا جمال وکمال دیکھ رہا ہے۔ اور مصنوعات کے درمیان میں سب سے اعلیٰ اور محبوب ترین مخلوق وہ ہے جو جاندار ہے، اور ذِی حیات میں سے سب سے اعلیٰ اور محبوب ترین وہ ہے جو ذِی شعور ہے اور ذوی شعور میں سے جامعیت کے اعتبار سے محبوب ترین مخلوق انسان ہے اور انسانوں میں سے محبوب ترین انسان وہ ہے جس کی تمام صلاحیتیں اور قابلیتیں کھل کر سامنے آگئیں اور وہ کمالات کے ان تمام نمونوں پر نظر رکھتا ہے جو تمام مصنوعات میں منتشر اور جلوہ گر ہیں۔

پس صانعُ الموجودات اپنے کلام کے ذریعے لطف وکرم کا اظہار کرتا ہے اور اپنے عہد کے ذریعے ایک ایسے معزز فرد کا انتخاب کرتا ہے جو کہ شجرۂ تخلیق میں ایک روشن پھل کا درجہ رکھتا ہے اور اس کا دل ایسی گٹھلی کا حکم رکھتا ہے جو کہ اُس درخت کے تمام بنیادی حقائق پر مکمل طور پر مشتمل ہے۔۔۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ وہ اس فرد کی محبوبیت کا کائنات کے رُوبرو اظہار کر دے، اُسے اپنے حضور باریابی کے لیے اُوپر بلائے، اُسے اپنے جمال کے دیدار سے مشرّف کرے، اور جن قدسی حالات کا اس کے ہاں راج ہے انھیں دوسروں تک پہنچا دے۔۔۔ اور یہ چیز معراج کے ذریعے ہوتی ہے جو کہ اس گٹھلی یعنی مبدأ اول سے لے کر پھل یعنی انتہا تک رابطے کے دھاگے کا حکم رکھتا ہے تا کہ وہ اس کے ذریعے ایک نقطے میں اور ایک آئینے میں محبت کی اُن تمام قسم کی تجلیات کا مشاہدہ کرلے جو کہ تمام موجودات میں بکھری ہوئی ہیں، اور احدیت کے راز کے ذریعے اُس کے جمال کی تمام انواع واقسام کا اظہار کر دے۔۔۔

اس حکمتِ عالیہ کا جائزہ ہم دو تمثیلوں کی دوربین سے لیتے ہیں۔۔۔

پہلی تمثیل

اگر ایک شان وشوکت والے بادشاہ کے پاس اَنواع واقسام کے بہت سے جواہرات کے کثیر تعداد میں خزانے ہوں اور اس کے پاس عجیب وغریب کاریگری کی مہارت بھی ہو، بے شمار عجیب وغریب فنون پر ہمہ گیر قسم کی دسترس ہو، اور وہ بے انتہا اچھوتے اور حیرت انگیز علوم پر اطلاع رکھتا ہو۔۔۔ تو پھر بلاشک وشبہ وہ ماہر فن بادشاہ ایک نمائش گاہ کھولنا چاہے گا جس میں اپنے ان فن پاروں کو ترتیب وار سجائے گا۔ اس میں راز یہ ہے کہ ہر صاحبِ جمال وکمال اپنے جمال وکمال کو دیکھنا اور دکھاتا ہے تا کہ اِس سے لوگوں کو اپنی سلطنت کی شان وشوکت اور دولت وثروت کی چمک دمک، اپنی صنعت کے خارقِ عادت نمونے اور اپنے

علم و معرفت کے عجائبات سے لوگوں کی نظروں کو خیرہ کرے، اور تا کہ اس سے اپنے جمال و کمال کا خود مشاہدہ کرے۔اور یہ دو طرح سے ہوگا:

الف: وہ اپنی ان مصنوعات کا بذاتِ خود تیز بین اور دقیق نظر سے مشاہدہ کرے۔

ب: دوسرے یہ کہ وہ ان کا مشاہدہ دوسروں کی نظروں سے کرے۔

اس حکمت کی رُو سے وہ لامحالہ ایک وسیع و عریض اور شان و شوکت والے محل کی تعمیر کرے گا اور اُسے شاہانہ انداز میں مختلف دائروں اور منزلوں میں تقسیم کرے گا، اُن سب میں اپنے خزانے کے مرصع جواہرات کی مینا کاری کرے گا، اُنھیں اپنے ہاتھ کی خوبصورت ترین اور لطیف ترین شہ پاروں سے مزین کرے گا، اپنی دقیق فنکاری اور حکمت کے فن پاروں سے منظم کرے گا، اپنے علوم کے معجزانہ آثار سے اُن کی تکمیل اور نقش نگاری کرے گا، اور پھر اس کے ہر طبقے کے مناسب حال دستر خوان بچھائے گا اور ضیافتِ عامہ کا اہتمام کرے گا جو اس کی انواع و اقسام کی نعمتوں اور لذیذ کھانوں پر مشتمل ہوگی۔ پھر وہ اپنی رعایا کو اس ضیافت سے لطف اندوز ہونے اور اُن کے سامنے اپنے ذاتی کمالات کا اظہار کرنے کے لیے بُلائے گا۔ پھر ان میں سے کسی ایک کو معزز مبلغ کا عہدہ دے گا اور اسے نچلے طبقات و منازل سے اُوپر بلائے گا اور اُسے ایک دائرے سے دوسرے دائرے اور بالائی منزلوں کے اُوپر نیچے والے تمام طبقات کی سیر کرائے گا، اور یوں اُسے اس عجیب و غریب صنعت گری کے تمام آلات اور کارخانے دکھائے گا اور نیچے سے وارد ہونے والی محصولات کے خزانوں کا مشاہدہ کرائے گا، حتیٰ کہ اُسے اپنے خصوصی دائرے تک لے جائے گا اور اُسے اپنی حضوری سے اور اپنی ذاتِ مبارکہ کے دیدار سے مشرف کرے گا، جو کہ تمام کمالات کا سرچشمہ ہے، اور اسے اس محل کے حقائق کی اور اپنی ذات کے کمالات کی جانکاری دے گا، اور پھر اسے آنے والے تمام مہمانوں کی راہنمائی سونپ دے گا اور پھر اُسے اُن کی طرف بھیج دے گا تا کہ محل کے تمام باشندوں کو محل کے بانی اور اس کے نقوش و نگار و عجائبات کا تعارف کرائے اور محل کے نقوش و نگار میں جو اسرار و رموز پنہاں ہیں انھیں اُن کے متعلق آگاہی دے اور انھیں محل میں پائے جانے والے کاریگری کے نمونوں کے اشارات کی تعلیم دے۔۔۔ اور محل میں داخل ہونے والوں کو بتائے کہ: محل کے اندرون میں یہ منظم مینا کاری اور موزوں نقش نگاری کیا ہے، اور کس طرح یہ چیزیں محل کے بانی کے کمالات و مہارات پر دلالت کرتی ہیں۔ اور انھیں محل میں داخل ہونے اور عرض حالی کے آداب اور رسم و رواج سکھائے، اور

انھیں بتائے کہ اس نظر نہ آنے والے سلطانِ ذُوالفنون والشؤون کے دربار میں جب شرفِ باریابی ہو جائے تو اُس کی رضامندیوں اور خواہشوں کے دائرے میں رہ کر تسلیمات وتشریفات کے رسوم ورواج کیا ہیں۔۔۔ جیسے کہ گیارہویں مقالے میں ایک تمثیلی حکایت کی صورت میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔
بعینہٖ اسی طرح_ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰى _ یہ سمجھو کہ صانعِ ذوالجلال سلطانُ الازل والابد نے اپنے لا انتہا کمالات اور لا انتہا جمال کے دیکھنے اور دکھانے کا ارادہ کیا تو اس کے لیے کائنات کا یہ محل اس طرح سے تعمیر کیا کہ ہر وجود والی چیز بہت سی زبانوں کے ساتھ اس کے کمالات کا ذکر کر رہی ہے اور بہت سے اشاروں کے ساتھ اس کے جمال کا اظہار کر رہی ہے، اور یہ کائنات اپنے تمام موجودات کے ساتھ اُس کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر اِسم میں پنہاں معنوی خزانوں کا اظہار کر رہی ہے، اور اس کے مقدّس عناوین میں سے ہر عنوان میں پوشیدہ لطائف کو ہویدا کر رہی ہے۔ اور اس چیز کا اِظہار وہ اس طریقے سے کر رہی ہے کہ جس سے تمام فنون اپنے تمام دساتیر کے ساتھ زمانہ آدم سے لے کر کائنات کی اس کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں، جبکہ اس کتاب کے جتنے معانی ہیں اور اسماء وصفاتِ الٰہیہ کے اردگرد گھومنے والی، اُس کی بیان کردہ جتنی بھی آیات ہیں، یہ فنون ابھی تک ان کا دسواں حصہ بھی نہیں پڑھ سکے ہیں۔۔۔
اس سے پتا چلا کہ وہ جلیلِ ذُوالجمال، جمیلِ ذُوالجلال اور صانعِ ذُوالکمال جس نے قصرِ عالم جیسا یہ محل تعمیر کر کے اس کے در و دیوار زائرین کے لیے وا کر دیے ہیں اور اُسے اپنے جمال اور معنوی کمالات کے اظہار کے لیے ایک نمائش گاہ کا رُوپ دیا ہے، اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کسی ایک فرد کو اس محل کی آیات وعلامات کے معانی کا علم دے تاکہ عالمِ ارض کے ذی شعور باسیوں کے لیے یہ محل عبث اور بے فائدہ نہ رہے، اور یہ کہ وہ کسی ایک فرد کو عالم ہائے بالا کی سیر کرائے جو کہ اس محل میں موجود عجائبات کے سرچشمے اور اُس کے محاصل ونتائج کے خزانے ہیں، اور یہ کہ اسے ایسے عالم میں لے جائے جو ان تمام چیزوں سے اُوپر ہے، اور اسے اپنی حضوری کے قرب سے نوازے اور اُسے عوالمِ آخرت کی سیاحت کرائے اور اُس کے ذمے بہت سی ذمہ داریاں لگا دے: جیسے یہ کہ وہ اُس کے عام بندوں کا معلم بن جائے جو اُس کی ربوبیت کی سلطنت کی راہنمائی دے اور اس کی الٰہی خوشنودیوں کو بندگانِ خدا تک پہنچانے والا مبلغ بن جائے، اور قصرِ عالم میں پائی جانے والی اس کی تکوینی آیات کا مفسر بن جائے، معجزات کے تمغوں کے ذریعے اُس کی امتیازی خصوصیات کا اظہار کرے اور قرآن کریم جیسے سرکاری بیان کے ذریعے لوگوں کو یہ

بتائے کہ یہ شخص ذاتِ ذوالجلال کا خاص اور سچا ترجمان ہے۔

اس تمثیل کی دوربین کے ذریعے ہم نے معراج کی بہت سی حکمتوں میں سے بطورِ مثال ایک دو حکمتیں بیان کردی ہیں۔۔۔مزید دوسری حکمتوں کو آپ ان پر قیاس کر سکتے ہیں۔۔۔

دوسری تمثیل

اگر کوئی علوم وفنون کا ماہر معزز انسان ایک ایسی معجزانہ کتاب لکھے کہ جس کے ہر صفحے میں اتنے حقائق پائے جائیں جو کہ ایک سو کتاب کے برابر ہوں، اور جس کی ہر سطر میں اتنے لطیف معانی ہوں جو کہ ایک سو صفحے میں سما سکتے ہوں، اور جس کے ہر کلمے میں اتنے حقائق ہوں جو کہ ایک سو سطر میں آسکتے ہوں، اور جس کے ہر حرف میں اتنے معانی ہوں جو کہ ایک سو کلمات کے برابر ہوں، اور کتاب کے تمام معانی اور تمام حقائق اُس معجز نگار کاتب کے معنوی کمالات کی طرف اشارے کرتے ہوں۔۔۔تو پھر یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ وہ اس غیر فانی خزانے کو سر بند ہی چھوڑ کر بے فائدہ نہیں بنائے گا، اور یہ کہ وہ اس کتاب کے کچھ حصے بعض لوگوں کو لازماً پڑھائے گا تا کہ وہ قیمتی کتاب مہمل اور بے معنی رہ کر ہباءً منثوراً نہ چلی جائے، اور تا کہ اس کے مخفی کمالات ظاہر ہو کر اپنے کمال کو پالیں اور اس کے معنوی جمال کا مشاہدہ ہو سکے اور یوں وہ خوش ہو جائے اور اپنے آپ کا محبوب بن جائے۔ مطلب یہ کہ وہ کسی شخص کو یہ عجیب وغریب کتاب اُس کے تمام معانی وحقائق سمیت پڑھائے گا حتیٰ کہ پہلے صفحے سے لے کر آخری صفحے تک اُسے پڑھا کر آخر میں اُسے سندِ اجازت عطا کردے گا۔۔۔

بعینہٖ اسی طرح اُس نقاشِ ازلی نے کائنات کی یہ کتاب اپنے کمالات، اپنے جمال اور اپنے اسمائے گرامی کے حقائق کو آشکار کرنے کے لیے اس انداز سے لکھی ہے کہ یہ تمام موجودات اس کے لاانتہا اسماء و صفات وکمالات کو لامحدود جہات میں آشکار کر رہی ہیں۔۔۔

وجہ یہ ہے کہ ایسی کتاب جس کا مطلب ہی سمجھ میں نہ آئے، گر کر بے قیمت ہو جائے گی لیکن ایسی خاص کتاب کہ جس کے ہر حرف کے ہزاروں معانی ہوں، وہ نہ تو بے قیمت ہو کر گرتی ہے اور نہ اُسے گرایا جاسکتا ہے!

اس لیے ایسی کتاب کا کاتب بہر صورت اُس کے بارے میں جانکاری دے گا، اور ہر گروہ کو اس کی استعداد کے مطابق اس کا کوئی نہ کوئی حصہ ذہن نشین کرائے گا، لیکن جو فرد وسیع النظر ہوگا، جس کا شعور ہمہ

گیر ہوگا اور جو امتیازی استعداد کا مالک ہوگا اسے وہ کتاب اول سے لے کر آخر تک بتمامہ پڑھائے گا۔

اور اس طرح کی کتاب کی مکمل تدریس اور اس کے کلی حقائق کے ادراک کے لیے حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک انتہائی اُونچے سفر اور سیر و سیاحت کا اہتمام کیا جائے، یعنی: موجودات کے طبقات کی کثرت سے لے کر، جو کہ اس کتاب کا پہلا صفحہ ہے۔ احدیت کے دائرے تک جو کہ اُس کتاب کا آخری صفحہ ہے سیر و سیاحت کرنا لازم ہے۔۔۔

اب اس تمثیل کی روشنی میں آپ معراج میں پائی جانے والی بلند و بالا حکمتوں پر کسی حد تک نظر ڈال سکتے ہیں۔۔۔

اب ہم اس ملحد کی طرف توجہ کرتے ہیں جو کہ ہماری بات کو سننے پر آمادہ ہے، اُس کے دِل کی طرف کان لگاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کی حالت کیا ہے، اب ذہن میں خیال آتا ہے کہ وہ اپنے دل میں کہہ رہا ہے کہ: میں نے اعتقاد رکھنا شروع کر دیا ہے، لیکن دِقّت یہ ہے کہ میں اچھی طرح سمجھ نہیں پا رہا ہوں، چنانچہ اب میرے سامنے تین اور بڑی اہم مشکلات ہیں، اور وہ یہ ہیں کہ:

پہلی مشکل: یہ عظیم الشان معراج صرف محمد عربی علیہ الصلاۃ والسلام کو ہی کیوں کرائی گئی؟

دوسری مشکل: آپ V اس کائنات کا بیج کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ تمہارا کہنا ہے کہ یہ کائنات اُن کے نور سے پیدا کی گئی ہے، اور یہ کہ وہ کائنات کے پھلوں میں سے آخری اور روشن ترین پھل ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

تیسری مشکل: تم اپنے بیانات میں یہ کہتے ہو کہ: عالم علوی کی طرف معراج کرنے کا مقصد اس عالمِ ارضی میں پائے جانے والے آثار کے اصل آلات و ادوات اور کل پرزوں کا، اور ان کے نتائج و محاصل کے خزانوں کا مشاہدہ کرنا تھا، انھیں معراج اس لیے کرایا گیا۔۔۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: تمہاری پہلی مشکل تو سابقہ تیس مقالہ جات میں بڑی تفصیل سے حل کی جا چکی ہے۔۔۔ پس یہاں ہم چند اجمالی اشارات کی ایک مختصر سی فہرست دیں گے جو آنجناب V کے کمالات اور ان کی نبوت کے دلائل کا اشارہ دے گی اور یہ بتائے گی کہ آپ V اس معراجِ اعظم کے سب سے زیادہ لائق تھے۔ اور وہ اس طرح ہے کہ: اوّلاً: تورات، انجیل اور زبور جیسی مقدس کتابیں باوجود اس کے کہ بہت سی تحریفات کا تختۂ مشق بن چکی ہیں، تاہم پھر بھی اس دور میں ''حسین الجسر'' جیسے یگانۂ روزگار محقق نے ان

کتابوں سے ایک سو چودہ ایسی بشارتیں نکالی ہیں جو واضح طور پر نبوتِ محمدیہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ حسین جسر نے ان کی وضاحت اپنی کتاب ''الرسالة الحميدية'' میں کی ہے۔۔۔

ثانیاً: یہ بات تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ نبوتِ محمدیہ سے کچھ ہی دیر پہلے شق اور سطیح جیسے مشہور کاہنوں نے آپ V کے بارے میں یہ پیش گوئیاں کردی تھیں کہ آپ کو نبوت ملے گی اور یہ کہ آپ نبی آخر الزماں ہوں گے اور یہ بشارتیں اور پیش گوئیاں تاریخی طور پر پوری صحت کے ساتھ منقول ہیں۔۔۔

ثالثاً: تاریخی طور پر یہ بات زبان زدِ عام ہے کہ آپ V کی ولادت کی رات سینکڑوں خارقِ عادت واقعات پیش آئے، جیسے کسریٰ ایران کے مشہور ایوانِ شاہی میں دراڑیں پڑ گئیں، خانہ کعبہ کے اندر بت گر گئے۔۔۔ان خارقِ عادت واقعات کو اصطلاح میں ''ارہاصات'' کہتے ہیں۔

رابعاً: تاریخ و سیر کی کتابیں بتاتی ہیں کہ محققین کی تحقیقات کے مطابق آپ V کو جن معجزات سے نوازا گیا وہ ہزار تک پہنچ سکتے ہیں:

جیسے یہ کہ آپ V کی انگلیوں سے پانی کا بہنا اور پورے لشکر کا اس سے سیراب ہونا، مسجد نبوی میں موجود کھجور کے خشک تنے کا آپ V کے فراق میں اُونٹ کی طرح مسجد میں موجود جمِ غفیر کے سامنے رونا، کیونکہ منبر تیار ہونے سے پہلے آپ اُس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اور نصِ قرآنی ﴿اِنْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ کی رُو سے چاند کا پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جانا۔۔۔

خامساً: بے شک اہلِ انصاف اور اہلِ فکر اس بات میں قطعاً تردد نہیں کرتے کہ: تمام دوستوں دشمنوں کے بالاتفاق آپ V کی شخصیت میں اعلیٰ درجے کے اخلاقِ حسنہ پائے جاتے ہیں اور آپ کے معاملات اِس بات کے گواہ ہیں کہ آپ کی ذمہ داری اور تبلیغ میں اعلیٰ درجے کی بلند ترین عادتیں اور خصلتیں موجود ہیں، اور دینِ اسلام میں پائے جانے والے محاسنِ اخلاق اِس بات کے گواہ ہیں کہ آپ کی شریعت میں بلند ترین خصائلِ حمیدہ پائی جاتی ہیں۔۔۔

سادساً: آنجناب V ہی نے باری تعالیٰ کی اُلوہیت کے اظہار اور اُسے بروئے کار لانے کے لیے اپنے دین میں اعلیٰ ترین درجے کی عبودیت کا روشن ترین اور عظیم ترین درجے میں اظہار کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہی ہے کہ بہ تقاضائے حکمت اس کی اُلوہیت کا اظہار ہو۔ اور آپ V نے اس ارادے کو عملی جامہ پہنایا ہے۔۔۔

اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ آنجناب V ہی خلاقِ عالم کے کمال بردوش جمال کا تعارف کرانے والے اوراُسے بہترین صورت میں آشکار کرنے والے ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ اُس کے اس جمال کا کسی نمائندے کے توسُط سے اظہار ہو، کہ حکمت اور حقیقت کا یہی تقاضا ہے۔۔۔

اور یہ بات بھی مشاہدے سے ثابت ہے کہ آنجناب V ہی وہ عظیم راہنما ہیں جو بلند آواز کے ساتھ دنیا کی نظروں کا رُخ صانعِ عالم کی جمال بردوش باکمال مصنوعات کی طرف پھیرتے ہیں اور ان جمال بردوش مصنوعات کی تشہیر کر کے صانعِ عالم کے ارادے کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں؛ کیونکہ اس کا ارادہ یہی ہے کہ اُس کی کاریگری اور جمال بھرے کمال کی تشہیر کی جائے۔۔۔

اور یہ بات بھی بہر صورت ثابت شدہ ہے کہ آنجناب V ہی وہ ہستی ہیں کہ جنھوں نے توحید کے سب سے عظیم درجے میں رہ کر توحید کے تمام مراتب کا اعلان کیا، کہ تمام کائناتوں کا پروردگار یہی چاہتا ہے کہ کثرت کے طبقات میں اُس کی وحدانیت کا اعلان کیا جائے۔

اور یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ مالکِ کائنات اپنے اُس ذاتی حسن کا، اپنے جمال کے محاسن کا اور اپنے حُسن کے لاانتہا لطائف کا مظاہرہ اور مشاہدہ کروانا چاہتا ہے جس کی طرف اُس کے انوکھے نقوش و آثار اشارہ کر رہے ہیں۔ اور اس حسن و جمال کا مظاہرہ ہونا ہی چاہیے؛ کیونکہ حقیقت اور حکمت کا یہی تقاضا ہے اور آنجناب V کی ذات ہی وہ اُجلا، نرمل اور شفّاف آئینہ ہے جو اس حسن و جمال کو منعکس کرتا اور اسے تابناک ترین صورت میں نمایاں کرتا ہے۔ آپ V ہی اُس سے محبت کرنے والے اور دوسروں کو اُس کی محبت سے سرشار کرنے والے ہیں۔

اور پھر یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ اِس قصرِ عالم کا بانی یہ چاہتا ہے کہ اُس کے اُن غیبی خزانوں کا اظہار اور تشہیر ہو جو انتہائی خارقِ عادت معجزات اور انتہائی قیمتی جواہرات سے بھرے ہوئے ہیں، اور اس طرح اُس کے کمالات کا پتا چلے اور پہچان ہو، اور آنجناب V ہی ہیں جنھوں نے یہ تعارف اور تشہیر عظیم ترین صورت میں کی ہے۔۔۔

پھر یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ آنجناب V کی ذاتِ گرامی ہی وہ ہستی ہے کہ جس نے قرآنِ حکیم کی وساطت سے جن وانس بلکہ ملائکہ اور روحانیوں کو اس کائنات کے بانی کا عظیم ترین صورت میں راستہ دکھایا ہے، صانعِ کائنات کہ جس نے اسے انواع واقسام کی عجائبات سے مزیّن کیا ہے، اور اس میں

اپنی ذی شعور مخلوقات کو بسایا ہے تا کہ وہ اُس میں سیر وتفریح کریں، عبرت کی نظر ڈالیں اور غور وفکر سے کام لیں۔اور اُس نے سیر وتفریح اور غور وفکر کرنے والے ان لوگوں کو بہ تقاضائے حکمت اِن آثار وصنائع کے معانی و مفاہیم اور ان کی قدر وقیمت کے بارے میں جانکاری دینے کا ارادہ کیا، اور آپ V نے اس ادارے کو عملی جامہ پہنایا۔۔۔

پھر آنجناب V کی ذات ہی وہ ہستی ہے کہ جس نے قرآن کے حقائق کی وساطت سے واضح ترین صورت میں اور عظیم ترین درجے میں کائنات کے اُس مُغلق طلسم کو کھولا جس میں کائنات میں رُوپذیر ہونے والے تحوّلات وتغیرات کا مقصد اور غرض وغایت پنہاں ہے، اور ان تین مشکل ترین سوالوں کا معمہ حل کیا کہ: تم کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جاؤ گے؟ اور یہ کہ اس کائنات کا انجام کیا ہے؟ کیونکہ کائنات کے حاکم حکیم کا ارادہ یہی تھا کہ وہ تمام اہلِ شعور کے لیے ایک پیغمبر کی وساطت سے اِس طلسم اور اِس معمے کا راز کھول دے، اور آپ V نے اللہ کے اس ارادے کو عملی جامہ پہنایا۔۔۔

اور یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ جس ہستی نے قرآن کی وساطت سے صانعِ عالم ذُوالجلال کے مطالب و مرضیات کو واضح کر کے اعلیٰ اور اکمل صورت میں پیش کیا، اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام خوبصورت مصنوعات کے ذریعے کسی مبلغ کی وساطت سے اہلِ شعور کو اپنا تعارف کرانا چاہتا ہے اور اپنی قیمتی نعمتوں کے ذریعے خود کو اُن کا محبوب بنانا چاہتا ہے اور اپنی الٰہی مرضیات ومطالب سے اصحابِ شعور کو آگاہ کرنا چاہتا ہے۔۔۔وہ ہستی آنجناب V ہی کی ہے۔۔۔

اور یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ جس ہستی نے قرآن کریم کی وساطت سے خوبصورت ترین طریقے سے رہنمائی کا حق ادا کیا، اور کامل ترین طریقے سے عظیم ترین درجے میں اور بلیغ ترین صورت میں رسالت کی ذمہ داری کو پورا کیا، وہ ہستی آنجناب V کی ہی ہے؛ کیونکہ ربُّ العالمین یہ چاہتا ہے کہ انسان کا چہرہ کسی رہنما کی وساطت سے کثرت سے پھیر کر وحدت کی طرف اور فانی سے پھیر کر باقی کی طرف کر دیا جائے انسان جو کہ ثمرۂ عالم ہے اور جسے اُس نے اتنی وسیع استعداد عطا کی ہے کہ جس میں تمام عالم سما سکتا ہے۔اور اسے کُلی عبادت کے لیے تیار کیا ہے۔اور اُسے ایسے احساسات ومشاعر دے کر آزمایا ہے جن کا رُخ کثرت اور دنیا کی طرف ہے۔جیسے کہ دسویں مقالے کے دوسرے اشارے میں اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔۔۔

موجودات میں سے جاندار سب سے زیادہ معزز ہیں، اور جانداروں میں سے ذی شعور زیادہ معزز ہیں، اور ذی شعور میں سے حقیقی لوگ سب سے زیادہ معزز ہیں۔ اب وہ حقیقی انسان جس نے ان حقیقی لوگوں کے مابین یہ تمام سابقہ وظائف سب عظیم درجے میں اور سب سے کامل صورت میں کما حقہ، مکمل طور پر ادا کیے بلاشبہ وہ "قابَ قوسین" کی بلندیوں تک پہنچے گا اور وہ اس معراج کے ذریعے سعادتِ ابدی کا دروازہ کھٹکھٹائے گا، اس کے رحمت کے خزانوں کو کھولے گا اور ایمان کے غیبی حقائق کا مشاہدہ کرے گا۔۔۔

سابعاً: کائنات کے مشاہدے سے پتا چلتا ہے کہ اِس میں بکھری ہوئی ان مصنوعات میں تحسین و تزیین کا خوبصورت اور دل آویز عمل انتہائی درجے میں پایا جاتا ہے۔ اور یہ بات بالکل بدیہی سی ہے کہ تحسین و تزئین کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ ان مصنوعات کے صانع میں تحسین و تزئین کا شدید قصد و اِرادہ پایا جاتا ہے۔ اور تحسین و تزئین کا یہ شدید ارادہ لامحالہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس صانع کے دل میں اپنی ان مصنوعات کے لیے ایک قوی رغبت اور قدسی محبت پائی جاتی ہے۔۔۔ اس لیے یہ بات بالکل بدیہی سی ہے کہ اپنی مصنوعات کے ساتھ محبت رکھنے والے اِس صانعِ حکیم کو سب سے زیادہ محبت اُس شخص کے ساتھ ہوگی جس میں یہ تمام صفات سب سے زیادہ جمع ہوں گی اور جو اپنی ذات میں یکبارگی اس کاریگری کے لطائف کا کامل اظہار کرے گا، اُس کو جانے پہچانے گا اور دوسرے لوگوں سے اس کی جان پہچان کرائے گا، اور اپنی ہستی کو ان کا محبوب بنائے گا اور ان تمام مصنوعات میں پائے جانے والے محاسن کو "ماشاء اللہ" کہہ کر سراہے گا اور ان کی داد دے گا۔۔۔

اور وہ ہستی جس نے مصنوعات کو سنہرا بنا دینے والے مزایا و محاسن اور موجودات کو تابناک بنا کر جگمگا دینے والے لطائف و کمالات کے بالمقابل "سبحان اللہ، ماشاء اللہ، اللہ اکبر" کہتے ہوئے ذکر و توحید، فکر و تشہیر اور استحسان و قدردانی کے ذریعے نغمہ ہائے قرآن کے ساتھ آسمانوں میں غلغلہ برپا کر دیا ہے۔ کائنات پر وجد طاری کر دیا ہے اور بحر و بر میں جذب و کیف کی لہر دوڑا دی ہے۔۔۔ مشاہدہ یہی بتاتا ہے کہ وہ ہستی آپ ﷺ ہی کی ہے۔۔۔

اب ایسا آقا و مولیٰ کہ جس کے ترازو کے پلڑے میں "السبب کالفاعل" کے راز کی رُو سے اُس کی اُمت کی نیکیوں کے برابر نیکیاں ڈالی جائیں گے۔۔۔ اور جس کے معنوی کمالات میں اُمت کے

درود شریف سے اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔۔۔اور جو رحمت و محبتِ الٰہیہ کے لاانتہا فیضان کا مظہر ہوگا۔اور جس کے رسالت کی ذمہ داریاں نبھانے کے نتائج اور ان ذمہ داریوں کے روحانی اجر بھی اس کے ساتھ ساتھ ہوں گے، کوئی شک نہیں کہ ایسی ہستی کا معراج کی سیڑھی کے ذریعے بلندیوں پر جنت اور سدرۃ المنتہی اور عرش اور ''قابَ قوسین'' تک چلے جانا عین حق، عین حقیقت اور سراسر حکمت ہے۔۔۔

دُوسری مشکل: ہماری اس گفتگو کو سننے والے انسان! یہ دوسری حقیقت جو تمہیں مشکل نظر آرہی ہے، بہت گہری اور اتنی بلند ہے کہ عقل کی دسترس سے باہر ہے، بلکہ عقل اس کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتی ہے تاہم اتنا ضرور ہے کہ اسے ایمان کی روشنی سے دیکھا جاسکتا ہے۔اور یہ بھی ہے کہ اس حقیقت کے وجود کو کچھ تمثیلوں کے ذریعے فہم کے قریب کیا جاسکتا ہے۔پس اس مقصد کے لیے چند تمثلات ہم بطورِ نمونہ یہاں پیش کرتے ہیں۔۔۔

اس کائنات کی طرف جب نظرِ حکمت کے ساتھ دیکھا جائے تو یہ ایک عظیم الشان درخت کی طرح نظر آئے گی۔۔۔جس طرح ایک درخت کی شاخیں، پتے، پھول اور پھل ہوتے ہیں، اِسی طرح تخلیق کا یہ درخت ہے۔عالمِ سفلی جو کہ اس درخت کا ایک حصہ ہے، عناصر اس کی شاخوں کا حکم رکھتے ہیں، نباتات واشجار اس کے پتے ہیں، حیوانات اس کے پھول ہیں اور انسان اس کے پھل کی طرح ہیں۔پس وہ الٰہی قانون جو کہ اَشجار میں جاری وساری ہے لازم ہے کہ وہ اسم ''الحکیم'' کے تقاضے کی رُو سے شجرۂ عظمٰی میں بھی جاری ہو۔پس حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ شجرِ تخلیق بھی کسی نہ کسی گُٹھلی سے ہی اُگے اور نشوونما پائے، اور یہ کہ اس گٹھلی میں عالمِ جسمانی کے علاوہ دیگر تمام عالموں کے نمونے اور بنیادیں موجود ہوں۔کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ ہزاروں مختلف کائناتوں پر مشتمل، ہزاروں عالموں کا سرچشمہ اور کائنات کی بنیاد بننے والی اصلی گٹھلی فقط ایک خشک مادہ ہو۔۔۔اور دوسری طرف شجرِ کائنات سے پہلے چونکہ اس نوع کا کوئی اور درخت موجود ہی نہیں، اس لیے اسمِ ''الحکیم'' کا یہ تقاضا بھی ہے کہ وہ اُس معنی اور نُور کو جو کہ اُس درخت کی گٹھلی اور سرچشمے کا حکم رکھتے ہیں، کائنات کے اِس درخت میں پھل کا لباس پہنا دے؛ کیونکہ گٹھلی ہمیشہ کے لیے مجرد اور ننگی نہیں رہ سکتی ہے، چنانچہ اُس نے اگر فطرت کے آغاز میں پھل کا لباس نہیں پہنا تو اخیر میں پہن لے گی۔

اور جب یہ پھل انسان ہی ہے، اور جب نوعِ انساں کے مابین مشہور ترین، معتبر ترین اور معزز ترین

انسان جناب محمد V کی ذات ہی ہے۔ جیسے کہ سابقہ صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ وہ ذات جس نے اپنے ذاتی فضائل اور معنوی محاسن کے ذریعے عام مخلوق کی نظروں کا رُخ اپنی طرف پھیر لیا ہے، آدھی زمین کو اپنی ذات میں محصور کر لیا ہے اور نوع بشری کے پانچویں حصے کی توجہ محبت یا حیرت کے جذبات سے اپنی ذات پر مرکوز کروالی ہے۔۔۔ اِس لیے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ نور جو کہ تشکیلِ کائنات کے لیے گٹھلی کا حکم رکھتا ہے وہ آپ V کی ذات میں مجسم ہو جائے گا **ثمرۃُ الختام** کی صورت میں ظہور پذیر ہو کر نظر آئے گا۔

پس اے سننے والے! اس عظیم اور عجیب وغریب کائنات کو انسان کی جُزوی ماہیت سے پیدائش کو ناممکن نہ سمجھ؛ کیونکہ وہ قدیرِ ذوالجلال جس نے گندم کے دانے کے برابر گٹھلی سے صنوبر کا **عظیمُ الجثہ** درخت پیدا کیا ہے جو کہ اپنی ذات میں ایک کائنات کی حیثیت رکھتا ہے، وہ نُورِ محمدی علیہ الصلاۃ والسلام سے اس کائنات کو کس طرح نہیں بنائے گا؟ یا بنانے سے عاجز کیوں کر رہے گا؟۔۔۔

پس یاد رکھو کہ شجرِ کائنات جنت کے شجرِ طوبیٰ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، کہ اُس کے تنے اور جڑیں اُوپر ہیں اور شاخیں نیچے ہیں، اسی لیے نیچے پھل کے مقام سے لے کر اُوپر اصلی گٹھلی کے مقام تک مناسبت کا ایک نورانی دھاگا پایا جاتا ہے۔۔۔

پس معراج اُس مناسبت کے دھاگے کی ایک صورت اور اُس کا ایک غلاف ہے۔ چنانچہ آنجناب V نے اس راستے کا افتتاح کیا، اپنی ولایت کے ساتھ اس میں گئے اور رسالت کے ساتھ واپس لوٹے اور اس دروازے کو کھلا چھوڑ دیا، اور اب آپ V کی اُمت میں سے آپ V کے نقشِ پا پر چلنے والے اولیاء کرام رُوح وقلب کے ساتھ معراجِ نبوی کے زیرِ سایہ اُس جادۂ تاباں میں محوِ سفر ہیں اور یوں وہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق مقاماتِ عالیہ تک پہنچتے ہیں۔۔۔

پھر یہ بھی ہے جیسے کہ پہلے ثابت کیا گیا ہے، کہ اِس کائنات کے بانی نے اِسے ایک محل کی صورت میں بنایا اور سجایا ہے، اور اس طرح کی بناوٹ اور سجاوٹ کے پیشِ نظر کچھ بلند مقاصد ہیں جو کہ پہلے اشکال کے جواب میں بیان کیے گئے ہیں، اور یہ کہ ان مقاصد کا دارومدار آنجناب V کی ذاتِ گرامی ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ کائنات سے پہلے آپ V صانعِ کائنات کی نظرِ عنایت سے بہرہ ور ہوں اور پہلے پہل اس کی تجلی کا مظہر بنیں۔ کیونکہ کسی بھی ثمرے اور نتیجے کا تصور ابتدا میں ہوتا ہے۔ پس آپ V وجودی طور پر

آخر ہیں اور معنوی طور پر سب سے اول ہیں۔

اور چونکہ آنجناب V کامل ترین ثمر ہیں، تمام تر ثمرات کی قیمت کا اور تمام مقاصد کے ظہور کا دارو مدار ہیں، اس لیے یہ لازم آتا ہے کہ آپ V کا نُور تجلیٔ ایجاد کا سب سے پہلا مظہر ہو۔۔۔

کتاب	:	گجرات کا علمی سرمایہ
مؤلف	:	ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ
ناشر	:	شعبۂ تصنیف و تالیف، گجرات، یونیورسٹی، گجرات
سالِ اشاعت	:	۲۰۱۵ء
مبصر	:	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

کتابیات سازی (Bibliography) تحقیق کی اقلیم کا ایک بنیادی اور لازمی شعبہ ہے۔ جادۂ تحقیق کی سمت کی تعیین اور منزل کی نشان دہی کتابیات کے بغیر ممکن نہیں۔ کتابیات سازی عرفِ عام میں کتابوں کی ایک ایسی فہرست ہے جس میں شامل ہر کتاب کے تمام کوائف کسی خاص ضابطے اور قرینے سے تحریر کیے جاتے ہیں اور پھر تمام کتب کو الف بائی ترتیب سے پیش کر دیا جاتا ہے۔ بادی النظر میں یہ ایک عام اور آسان کام ہے مگر درحقیقت یہ ایک پیچیدہ، مشکل اور تھکا دینے والا کام ہے اور اس کا اندازہ صرف وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو اس راہ کے مسافر ہیں یا جنھیں ضرورتاً یہ کام انجام دینا پڑتا ہے۔ کتابیات سازی کے ذریعے کسی خاص علاقے، عہد اور قوم کے علمی آثار اور تہذیبی نقوش کا ہی پتا نہیں چلتا بلکہ کسی خاص موضوع یا شعبے کی علمی روایت اور اس کے عہد بہ عہد ارتقا کا ادراک بھی ہوتا ہے۔ یہ وہ آئنہ ہے جس میں کئی صدیوں کے مناظر سمٹ آتے ہیں اور دیکھنے والا مختصر وقت میں عہدِ رفتہ کی سیر کر لیتا ہے۔ کتابیات سازی ایک فن ہے جو ذوق، محنت، ریاضت، صبر، استقلال، تلاش و جستجو اور دیدہ ریزی کے بغیر وجود میں نہیں آتا۔ فردِ واحد کی سعی و کاوش اور محنت و جستجو بعد میں آنے والے محققین کے قافلے کے لیے شجرِ سایہ دار کی حیثیت رکھتی ہے۔ دُنیا کی مختلف زبانوں میں بلیوگرافی یا فہارس یا کتابیات سازی کی باقاعدہ روایت موجود ہے اور ہر دور میں اسے احترام اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے کیوں کہ ہر فہرست یا ہر کتابیات کسی خاص عنوان یا موضوع سے متعلق کتابوں کی جملہ تفاصیل کی حامل ہوتی ہے جس کی

وجہ سے اس موضوع پر کام کرنے والوں کو نئے سرے سے کھوج اور تحقیق کرنے کی زحمت سے نجات مل جاتی ہے اور وہ آسانی سے اپنے ماخذ تک رسائی حاصل کر کے تحقیق کی اگلی منزلوں کی طرف نکل جاتے ہیں۔ علمی دُنیا گواہ ہے کہ دیگر علوم وفنون کی طرح کتابیات سازی میں بھی مسلمانوں کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ اس فن میں مسلمانوں نے کئی ایسے کارنامے انجام دیے ہیں جنھیں علمی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور کئی زمانے ان سے مستفید ہوتے رہیں گے۔

چوتھی صدی ہجری میں محمد بن اسحاق بن ابی یعقوب الندیم نے ''الفہرست'' کے نام سے ایک ضخیم کتابیات مرتب کی۔ اس فہرست میں بغداد کے کتب خانوں کی وہ کتب شامل ہیں جو تاتاری حملے میں ضائع ہوئیں۔ پانچویں صدی ہجری میں ترکی کے ملا کاتب چلپی نے ''کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون'' مرتب کی جس میں کتابوں اور مختلف فنون کی تفصیلات ملتی ہیں۔ کتابیات سازی میں ان کتابوں کو امہات کتب کا درجہ حاصل ہے اور بعد کے زمانوں میں ان کتب کے باعث اشاریہ سازی، کتابیات سازی اور فہرست نگاری کو فروغ ملا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف تحقیقی ضرورتوں کے باعث کتابیات سازی کے فن میں نئے انداز، نئے اسالیب اور نئے طریقے وضع ہوئے اور ہورہے ہیں۔ آج کے سبک رفتار زمانے میں تحقیقی منصوبوں کی بروقت تکمیل کے لیے کتابیات کی ضرورت واہمیت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

گجرات اہلِ فضل وکمال کی بستی ہے۔ یہاں ہر دور میں ایسے صاحبانِ شعر وادب اور اکابرِ علم وعرفان پیدا ہوئے جنھوں نے تصنیف وتخلیق کے شعبوں کی ثروت اور رفعت میں اضافہ کیا۔ خطۂ گجرات اپنے اسی علمی تجمل اور تخلیقی آثار کے باعث ہندوستان کا یونان مشہور ہوا۔ گجرات کی اس قدیم علمی اور تہذیبی روایت کے نقوش اب بھی یہاں وہاں جگمگاتے دکھائی دیتے ہیں مگر بہت سے آثارِ علمیہ زمانے کی گرد میں دَب کر لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ موجود کے محققین، مؤرخین اور تذکرہ نویسوں کی عہدِ رفتہ کے علمی آثار تک رسائی نہیں ہو پاتی۔ محققین ومؤرخین کی اس مشکل کو حل کرنے کے لیے اسی خاک سے ایک ایسا ذی استعداد اور

باہمت نوجوان محقق سامنے آیا ہے جس نے جا بہ جا بکھرے علمی نقوش کی جمع آوری کو وقت کی ضرورت جانا اور زمانے کی گرد میں روپوش خزینوں کو منظرِ عام پر لانے کا خواب دیکھا۔ اپنے خواب کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ خود میدانِ عمل میں اُتر آیا اور اپنی بے پناہ ملازمتی مصروفیات کے باوجود بہت تھوڑے عرصے میں اپنے جذب وشوق، محنت وریاضت اور تلاش وجستجو کے باعث ''گجرات کا علمی سرمایہ'' جیسی وقیع تالیف مکمل کرنے میں کامگار ٹھہرا۔

ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ گجرات کا قابلِ فخر اور لائقِ رشک فرزند ہے جس نے اپنی مٹی کا حق ادا کرنے کے لیے خارزارِ تحقیق کا انتخاب کیا ہے۔ گم شدہ علمی خزانوں کی تلاش، کھوئے ہوؤں کی جستجو اور آثارِ علمیہ کی بازیافت کا سفر اُس نے اپنی رضا سے چُنا ہے۔ وہ نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے اس راستے پر رواں دواں ہے۔ سفر میں پیش آنے والی مشکلات کو وہ خندہ روئی اور کشادہ جبینی کے ساتھ گلے لگاتا ہے اور پھر اپنے اندر کی توانائی اور لگن سے انھیں آسانیوں میں بدل کر آگے گزر جاتا ہے۔ خفتگانِ خاکِ گجرات، اقبال اور گجرات، گجرات کے پنجابی شعرا اور گجرات میں نعت گوئی جیسے کئی عنوانات پر اُس نے جس انداز میں دادِ تحقیق دی ہے وہ نئے تحقیق کاروں کے لیے ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔

''گجرات کا علمی سرمایہ'' ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ کا تازہ تالیفی کارنامہ ہے۔ یہ کتاب گجرات کی دوصدیوں کی علمی روایت کی آئینہ دار ہے۔ گجرات سے تعلق رکھنے والے شعرا و ادبا اور تخلیق کاروں کے علمی سرمائے کی فہرست سازی نہایت مشکل اور تھکا دینے والا کام تھا جسے ڈاکٹر سلیچ نے اپنی گجرات دوستی میں سبک خرامی سے انجام دے دیا ہے۔ ''گجرات کا علمی سرمایہ'' توضیحی کتابیات کا ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی افتادِ طبع کے باعث کتابیات سازی کو نئے ذائقے سے روشناس کیا ہے۔ انھوں نے اہلِ قلم کے مختصر احوال شامل کر کے کتابیات کو مزید نفع بخش اور منفعت رساں بنا دیا ہے۔ ان کے ذوقِ تحقیق اور علمی انہماک کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے کسی تصنیف کے صرف ایک ایڈیشن کے کوائف جمع کرنے پر

اکتفا نہیں کی بلکہ قریہ قریہ اور شہر شہر گھوم کر مختلف لائبریوں اور کتب خانوں سے اس کتاب کے مختلف ایڈیشن جمع کر کے ان کے کوائف کو کتاب کی زینت بنایا ہے۔ڈاکٹر صاحب کی اس سعی وکوشش کے نتیجے میں کسی کتاب کی جملہ اشاعتوں کا ریکارڈ ایک جگہ جمع ہو گیا ہے اور کسی کتاب کے قبولِ عام کا پتا لگانا مشکل نہیں رہا۔پنجاب میں اشاعت کی سہولتیں انیسویں صدی کے نصفِ ثانی میں عام ہوئیں؛اس سے قبل بھی اگرچہ کتب کی اشاعت کا کام ہوتا رہا مگر اس کا دائرہ محدود تھا،یہی وجہ ہے کتب خانوں میں انیسویں صدی کی مطبوعات کم کم دکھائی دیتی ہیں۔ڈاکٹر منیر احمد سلیچ گجرات کے مطبوعہ علمی آثار کا سراغ لگاتے لگاتے ۱۸۶۰ء تک جا پہنچے ہیں۔اس وقت سے لے کر ۲۰۱۵ء تک کی اُردو،عربی،فارسی،پنجابی اور انگریزی مطبوعات کے جملہ کوائف ''گجرات کا علمی سرمایہ'' میں شامل کر کے ڈاکٹر صاحب نے یادگار اور مثالی کام کیا ہے۔اس توضیحی کتابیات میں اہلِ گجرات کی تین ہزار تین سو کے لگ بھگ کتب کے کوائف شامل ہیں۔گجرات اور اہلِ گجرات کے حوالے سے کام کرنے والے محققین،مؤرخین اور تذکرہ نویسوں کے لیے ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب بنیادی رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔میں ڈاکٹر صاحب کی محنت،دیدہ ریزی،علمی انہاک اور تحقیقی ذوق کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اُن کی بے مثال کاوش کی باریابی کے لیے دست بہ دعا ہوں۔اللہ کریم ان کی توفیقات میں مزید اضافہ کرے۔آمین

کوائفِ حیات

اسمِ گرامی	:	صاحبزادہ فخر احمد میرویؒ
ولادت باسعادت	:	۱۹۶۹ء
مقامِ پیدائش	:	میرا شریف [تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک]
والدِ مکرم	:	حضرت مولانا فقیر عبداللہ میرویؒ
جدِّ امجد	:	حضرت محمد عبدالرحمٰنؒ بن محمد پناہؒ
مرشد کریم	:	حضرت خواجہ غلام اللہ بخش تونسوی مدظلہ العالی
برادرانِ ذی احتشام	:	صاحبزادہ منظور احمد میرویؒ، صاحبزادہ محبوب احمد میرویؒ، صاحبزادہ ظفر احمد میرویؒ، صاحبزادہ مقبول احمد میرویؒ صاحبزادہ شہزادا احمد میروی مدظلہ العالی
ہمشیرگان	:	۴
اولادِ اطہار	:	۲ صاحبزادیاں
تعلیم	:	ایم۔اے اسلامیات [منہاج یونیورسٹی، لاہور]
ادارے	:	خواجہ احمد میرویؒ تحفیظ القرآن، خواجہ احمد میروی ایجوکیشن سسٹم
زندگی کا مشن	:	فروغِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ
روضۂ رسول ﷺ کی حاضری	:	رمضان المبارک، ۲۰۱۲ء
ہم سفر	:	حضرت مولانا محمد فتح الدین مدظلہ العالی۔ سجادہ نشین حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی، مکھڈ شریف

عالمی میلاد کانفرس کے انعقاد کا آغاز	:	۱۹۹۰ء
وصال سے قبل آخری محفل کا انعقاد	:	۲۰۱۴ء
تاریخ وصال	:	۲۷،محرم الحرام۔۱۴۳۶ھ/۲۰۱۴ء
مقامِ وصال	:	گولڑہ شریف موڑ۔راولپنڈی
نمازِ جنازہ	:	۲۸،محرم الحرام۔۱۰ بجے دن
مقامِ جنازہ	:	آستانہ عالیہ حضرت خواجہ احمد میرویؒ
نمازِ جنازہ کی امامت	:	حضرت خواجہ غلام اللہ بخش تونسوی مدظلہ العالی
قبرانور	:	آستانہ عالیہ حضرت خواجہ احمد میرویؒ

☆☆☆☆

قطعہ تاریخِ وصال صاحبزادہ فخر احمد میرویؒ
خانقاہ عالیہ چشتیہ نظامیہ، میرا شریف، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک

نتیجۂ فکر: سید شاکر القادری چشتی نظامی

فخر احمد میروی چشتی نظامی باصفا
بندۂ حق ، عاشقِ صادق، فقیرِ بے ریا

چشمِ ما از دیدنش روشن بدہ شام و سحر
وائے حسرت ! رفت زیرِ خاک واز ما شد جدا

لحظۂ در فکر تاریخش بدم ناگہ زِ دِل
" فخر احمد میروی واصل بحق " آمدندا

☆☆☆☆☆☆

فخرِ کاشانہ وزیبِ مسند

---۱۴۳۶ھ---

پروفیسر بشیر احمد رضوی

آگیا پیکِ قضا جب کہ بحکمِ ایزد
ہو گئے ہم سے جُدا خواجۂ فخرِ احمد

شاغل و ذاکرِ ربِّ اعلیٰ
رونقِ محفلِ و نورِ مَعبد

عاشقِ صادقِ جانِ عالم
مُرشدِ اکمل و شیخِ اجود

سیرت ایسی ہے کہ کہیے اُن کو
مظہر و نائبِ خواجہ احمدؒ

جن کے سینے میں خدا نے ڈالی
نعتِ سرکار کی الفت بے حد

ان کے اوصاف بتاؤں کیا کیا
حُسنِ سیرت میں تھے مثلِ اب و جد

میں نے کی فکر کہ لکھوں ان کا
سالِ رحلت بحسابِ ابجد

ہو گیا میرے لبوں پر جاری
فخرِ کاشانہ و زیبِ مسند

--------۱۴۳۶ھ--------

رحمتِ خالقِ باری برسے
اُن کی مرقد پہ ہمیشہ بے حد

مدرسہ فخرِ علوم از فیضش
تا ابد خادم مِلت باشد

یابد انعام زِ رَبِّ اکرم
ہر کہ بر مرقدِ خواجہ آید

شکرِ ایزد کہ بشیرؔ از لُطفش
دِل من الفتِ پاکاں دارد

چراغِ میروی

ابوالکرم حافظ نور احمد قادری ☆

اِک چراغ اور بجھا
اور بڑھی تاریکی

☆

اُنھیں جانا ، اُنھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دُنیا سے مسلمان گیا

انسانی تاریخ میں جب بھی قومیں زوال کا شکار ہوئیں، تو اللہ پاک جل شانہ نے اُنھیں پستیوں سے نکالنے اور دوبارہ عزت وعظمت سے نوازنے کے لیے انبیائے کرام علیھم السلام کو مبعوث فرمایا۔

خطائیں دیکھتا ہے ، عطائیں کم نہیں کرتا
سمجھ میں کچھ نہیں آتا، کہ اتنا مہرباں کیوں ہے

نبوت ورسالت کا یہ سلسلہ روشنیاں بکھیرتا رہا، اور بالآخر، سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم ﷺ کی آمد کے ساتھ یہ سلسلہ اپنے عروج اور انتہا کو پہنچا۔

وہ ہر عالم کی روح ہیں، کسی عالم میں رہ جاتے
یہ اُن کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

اور جب شہنشاہِ کونین ﷺ اپنے رب کی بارگاہِ ناز میں تشریف لے گئے۔ تب سے اب تک رب العلمین نے انسانیت کو مختلف ادوار اور مختلف خطوں میں حالات کا رُخ موڑنے

☆ اُچھڑی، تحصیل جنڈ، ضلع اٹک

کی صلاحیت رکھنے والی شخصیات سے نوازا۔

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارا تو زمیں پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

ایسی ہی ایک شخصیت اِس دور کے معروف، مذہبی و روحانی پیشوا، شہزادہ علامہ فخر احمد میرویؒ ہیں۔ جو ساری عمر عشقِ رسول کے نغمے سناتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہِ اقدس وانور میں پہنچ گئے۔

صدیوں تڑپتا رہتا فراقِ رسول میں
اچھا ہوا کہ موت اُن سے مِلانے کو مِل گئی

اللہ پاک آپؒ کی آرام گاہ پر اپنی خصوصی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ اہلِ خانہ، اولاد، تمام خانوادۂ پاک اور معتقدمین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

ع اِک تیری یاد تھی ایسی کہ بُھلائی نہ گئی

ولادت: آپ کی ولادت وادیٔ تصوف، میرا شریف میں خورشیدِ ولایت، منبع رُشد و ہدایت خواجہ محمد فقیر عبداللہ میروی نور اللہ کے ہاں ہوئی، آپ نے ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی۔ جو محبانِ رسول کا گھرانہ ہے۔ والد ماجد کی قربت نے آپ کو عشقِ رسول کی نعمت سے شادکام کیا۔ خالقِ کائنات نے آپ کو ظاہری و باطنی حسن و جمال سے مالا مال فرمایا تھا۔ آپ نے ظاہری و باطنی علوم حاصل کیے۔ خوش بخت اور بڑے ہی صاحبِ نصیب تھے، بڑے بڑے اکابر وقت نے مختلف انداز میں آپ کو خصوصی برکات سے نوازا۔ خطابت کے شہسوار تھے، اتنی دل کش دعا فرماتے کہ سامعین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، بہت شفیق، نرم دِل، خوش اخلاق، سخی، بڑے مہمان نواز تھے۔

جس سے ملتے اُسے دعا دیتے۔ اللہ عزت دے۔ باتیں اُن کی یاد رہیں گی، خلوص کا پیکر تھے۔قوتِ برداشت کے مالک تھے۔ اگر کوئی بات ان کی طبیعت کے خلاف ہو جاتی تو اس کو کمال حوصلے کے ساتھ برداشت فرماتے۔

تواضع کند ہوش مند گزیں

نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمین

آپ کی ذاتِ گرامی امتِ مسلمہ کے لیے بے مثال نعمت، انمول جوہر، سرمایۂ افتخار تھی، مشائخِ چشت کے فیض کے امین اور اُن کی فکر کے سچے یاران تھے۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی

چراغِ چشتیاں را روشنائی

سراپا رحمت، سراپا شفقت تھے، آپ مسلمانوں کے مسائل سے آگاہ مصلح، وسیع نظر رکھنے والے تھے۔

حُبِّ حق ، حُبِ محبوبانِ حق

در دِل احمد بود ہر دم سبق

ہم اپنی زندگی میں ہزاروں لوگوں سے ملتے ہیں، مگر کچھ لوگوں کی ملاقات کے خوشگوار اثرات دل و دماغ میں ہمیشہ کے لیے ثبت ہو جاتے ہیں۔ شہزادہ فخر احمد میرویؒ بھی ایسے لوگوں میں سے تھے۔

کتنے حسین لوگ تھے جو مِل کے ایک بار

آنکھوں میں جذب ہو گئے، دِل میں سما گئے

راقم الحروف ہائی سکول میرا شریف میں آٹھ سال عربی مدرس رہا۔ بارہا آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے جتنی گفتگو کی، اس میں جھلکتے اخلاص کو واضح طور پر محسوس کیا۔

لہجے میں اگر رس ہو تو دو بول بہت ہیں

انسان کو رہتی ہے محبت کی زباں یاد

آپ سے مل کر جو سکون ملتا وہ بہت ہی کم لوگوں سے مل کر نصیب ہوا۔ گذشتہ سال فقیر حج کرنے گیا تو مکہ مکرمہ سے آپ کو فون کیا، چند منٹ باتیں ہوئیں۔ فقیر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کی زندگی کے آخری دن بھی آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی خدمتِ اقدس میں حرمین شریفین کے تحفے پیش کیے۔ آپ نے مستجاب دعاؤں سے نوازا۔ گزارش کی، اجمیر شریف کی زیارت کا شوق ہے۔ درخواست دے دی ہے، دعا فرمائیں، زیارت ہو جائے، آپ نے اجمیر شریف کے متعلق رُوح پرور باتیں سنائیں۔ آپ کی رہائش گاہ پر آپ کی یہ گفتگو سن رہا تھا کہ میرا شریف کی مسجد سے اذانِ عصر شروع ہوگئی، فقیر شام کو اُچھڑی [تحصیل جنڈ، ضلع اٹک] گھر واپس آیا۔ نمازِ فجر کے بعد آپ کے انتقال کی خبر ملی، حیران رہ گیا کہ کل عصر کے وقت آپ کا دیدار کر کے آیا ہوں، آج کیا ہو گیا ہے، یہ خبر سنتے ہی دل پر قیامت گزر گئی۔

قیامت ہم نے دیکھی تھی، قیامت سے بہت پہلے

تیرا مل کر بچھڑ جانا، قیامت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

ایمان کے نور سے جگمگاتا اُن کا چہرہ، آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ آپ دلوں کے فاتح تھے، راقم الحروف کو فرماتے، کھانا کھانا ہو، چائے پینی ہو، کسی چیز کی ضرورت ہو تو آجایا کرو، یہ آپ کا اپنا گھر ہے۔

مجھے بھی کبھی تو نے مسکرا کے دیکھا تھا

تیری نظر کا وہ قرض آج تک ادا نہ ہوا

مکھڈ شریف میں ایک موقع پر آپ کے حکم پر فقیر کو بھی تقریر کرنے کا اعزاز حاصل ہوا، اس محفلِ مقدس میں استاذ العلما استاذی المکرّم صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب مہتمم جامعہ اکبریہ میانوالی، صاحبزادہ پروفیسر ظفر الحق بندیالوی صاحب نے بھی خطاب فرمائے تھے۔

آپ کی گفتگو میں تاثیر کی طرح آپ کی ذات میں ایسی مقناطیسیت تھی کہ میں آج تک آپ سے ملاقات کے نقوش کو فراموش نہیں کر سکا۔

ع   دنیا میں تم سے لاکھ سہی تو مگر کہاں

یہ خصوصیت یقیناً اُن لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جن کے شب و روز اللہ کی یاد اور اس کے حبیب کی محبت میں بسر ہوتے ہیں۔ جن کا جینا، مرنا، اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوتا ہے۔ قحط الرجال کے اِس دور میں پاکستان اور اہلِ اسلام کو آپ کی انتہائی ضرورت تھی۔ آپ دِلوں کو جوڑنے کا فن جانتے تھے۔ حکمت و دانائی سے اصلاحِ احوال کا ہنر جانتے تھے، نفرتوں کی آگ بجھانے اور محبت کی خوشبو عام کرنے کے خُوگر تھے۔

انیؔس راہِ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں
کہ جن راہوں سے گزرا ہوں وہ اب تک یاد کرتے ہیں

آپ نے عمرِ عزیز، ذکرِ خدا، عشقِ مصطفیٰ، خدمتِ خلق میں صرف کر کے اپنی عمر مستعار کو کامیابی کی راہ پر گامزن فرما دیا۔

نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری
فِدا ہو کے تجھ پہ یہ عزت ملی ہے

آپ نے عمر کا ایک طویل عرصہ علم کا نور بانٹنے میں گزارا، عمر بھر تعلیم و تربیت کے ذریعے نو جوان نسل کو علم و عمل کے نور سے آراستہ کرتے رہے۔

ع   نبی کے نام پر جس نے لُٹا دی زندگی اپنی

جہاں گئے، اللہ رسول کی محبت کے چراغ روشن کرتے رہے، عشقِ رسول کا بیج بوتے رہے، راہِ حق دکھاتے رہے۔

ع   ایسا کہاں سے لاؤں، کہ تجھ سا کہیں جسے

آپ نے مخلوقِ خدا کے فائدے کے لیے میرا شریف میں ”شاندار مدرسہ“ بھی تعمیر

فرمایا۔جس سے تاحال طلبہ اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

میکدہ تیرا ساقی سلامت رہے
مئے کشی کا یہی دور چلتا رہے

آپ نے میرا شریف میں عظیم الشان عالمی میلادِ مصطفیٰ ﷺ کانفرس'' کی بنیاد رکھی، ساتھ ہی گیارہویں شریف کا اہتمام فرماتے۔مہار شریف، تونسہ شریف، مکھڈ شریف، چورا شریف، جامعہ اکبریہ، میانوالی، کوٹ گلہ شریف، بیربل شریف و دیگر آستانوں کے مشائخ آپ کی دعوت پر سٹیج پر جلوہ فرما ہوتے رہے۔جن کے دیدار سے اہلِ ذوق اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے۔

ہر کہ بیند رُوئے نیکاں صبح و شام
آتشِ دوزخ شود بروے حرام

ملک بھر سے مشہور قرأ، نعت خواں تشریف لا کر، اپنی مسحورکن آوازوں سے سامعین کے دماغوں کو معطر کرتے۔گوجرانولہ سے نعت گوشاعر ''فیض رسول فیضان'' بھی تشریف فرما ہوئے تھے۔جید علمائے کرام، جلوہ گر ہو کر علم کے موتی بکھیرتے رہے۔صاحبانِ ذوق اِن موتیوں سے جھولیاں بھرتے رہے۔خطیبِ عرب وعجم علامہ سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی علیہ الرحمہ، علامہ سعید احمد مجددی علیہ الرحمہ، علامہ قاری غلام محمد خان مجددی علیہ الرحمہ، علامہ اللہ بخش نیر علیہ الرحمہ، مناظر اسلام علامہ سعید احمد اسعد، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب، علامہ سید فدا حسین صاحب، علامہ شمس الدین بخاری، علامہ محمد انور قریشی، علامہ ثاقب رضا مصطفائی، علامہ محمد حنیف قریشی، علامہ خان محمد قادری، علامہ سید حسین احمد مدنی جیسے نامور علمائے کرام اہلِ سنت آپ کی دعوت پر تشریف لا کر، صوتی تبرک تقسیم فرماتے رہے۔دعوتِ حق دیتے رہے۔

وہی کرے گا حفاظت چمن کے پھولوں کی
چمن کے واسطے جس نے لہو دیا ہوگا

آہ ،اب پھولوں کو انتظار ہے مالی کہاں سے آئے گا؟ گلستان منتظر ہے کہ مجھے

سنوارنے، سجانے والا، کہاں سے آئے گا۔

ع تم کیا گئے کہ رُوٹھ گئے دن بہار کے

اِس سوچ میں پتے زرد ہوئے، اِس فکر میں کلیاں سُوکھ گئیں

آئینِ گلستان کیا ہوگا، دستورِ بہاراں کیا ہوگا

ایک مرتبہ آپ کافی علیل ہوئے، تو حرمین شریفین چلے گئے۔ واپس آئے تو صحت اچھی تھی، فقیر نے کہا، ماشاء اللہ، اب تو آپ کی صحت بہتر ہے۔ فرمایا: ''رَج رَج کے آبِ زم زم پیا ہے، اللہ نے صحت دے دی۔'' جب آپ کی رِحلت کی خبر پہنچی تو فقیر کو گہرا صدمہ پہنچا کہ ہم ایک باعمل شخصیت سے محروم ہوگئے۔ اِک چراغ تھا جو بُجھ گیا، ایک چاند تھا جو چُھپ گیا، ایک آفتاب تھا جو ڈوب گیا۔ ایک دور تھا جو گزر گیا۔

ہوا ختم ہستی کا اپنا فسانہ

بدلتا رہے کروٹیں اب زمانہ

آپ کا جنازہ، آفتابِ ولایت خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ کے مزارِ مقدس پہ پڑھایا گیا۔ ہزاروں اشک بار آنکھوں نے آپ کا آخری دیدار کیا۔ خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ کے دربارِ پُر انوار کے سایہ میں تدفین ہوئی۔ آپ کا سانحہ ارتحال اہلِ سنت کے لیے ایک عظیم صدمہ ہے۔ اور ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اللہ پاک آپ کو جنت الفردوس کا مہمان بنائے۔ اور فردوس میں رسول پاک ﷺ کی خدمت کا شرف نصیب فرمائے، اور آپ کے برادرِ ذیشان، پروردۂ آغوشِ ولایت، مخدومِ اہلِ سنت، قاسمِ فیضانِ میروی پیر شہزاد احمد میروی مدظلہ العالی کا سایۂ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ آمین۔

اُٹھے جاتے ہیں میری بزم سے سب اہلِ نظر

گھٹتے جاتے ہیں میرے دل کو بڑھانے والے

☆☆☆☆☆

فخرِ چمنستانِ میروی

پروفیسر محمد نصر اللہ معینی☆

چمنستانِ میروی کے گلِ رعنا، صاحبِ علم وکمال، مردِ خوش خِصال جناب صاحبزادہ فخر احمد میرویؒ اس جہانِ فانی سے رخصت ہوکر عالمِ جاودانی میں جا بسے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

رب ذوالجلال بے نیاز ہے، ایک طرف دلوں میں ایسے لوگوں کی محبتیں ڈالتا ہے، اوران کی حسین یادوں کی پرورش فرماتا ہے، دوسری طرف جدائی کا پیغام بھیج کر دل کا سکون اور قرار لوٹ لیتا ہے۔ بقول شاعر:

آنکہ یادش را بجاں پروردہ اند
از فِراقش قلب را خوں کردہ اند

بہر حال تقدیرِ الٰہی کے سامنے چارہ نہیں۔ مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ اور پس ماندگان اور وابستگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ حضرت صاحبزادہ فخر احمد میروی صاحب کے وصالِ پُر ملال کی خبر سن کر جہاں دل نہایت ہی افسردہ ہوگیا، وہاں مرحوم جنت مکانی کی یادوں کے دریچے بھی کھل گئے، اوران سے ملاقاتوں کا ایک ایک منظر نگاہوں کے سامنے پھرنے لگا۔

☆ مدیرِ اعلیٰ: سہ ماہی "معین الاسلام" بیربل شریف [سرگودھا]

آج سے پندرہ برس پہلے کی بات ہے۔ میں منہاج ایجوکیشن سوسائٹی لاہور کے دفتر میں ایک مسودہ دیکھنے میں منہمک تھا کہ اچانک السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی دلنواز آواز نے چونکا دیا۔ قلم و قرطاس سے توجہ ہٹا کر دیکھا تو شرافت و وجاہت کا پیکر، نکلتے قد کا ایک نوجوان سامنے کھڑا تھا۔

''میں میرا شریف سے فخر احمد ہوں'' نوجوان نے دھیمے لہجے میں اپنا تعارف کرایا۔ میرا شریف کا نام سنتے ہی عقیدت و محبت کی ایک برقی لہر میرے سارے وجود میں دوڑ گئی اور میں تیزی سے کرسی چھوڑ کر اس میروی شہزادے کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ اس برقی لہر کے ساتھ ہی چالیس سال قبل کا ایک مشاہدہ میری نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ جس کا تعلق بھی ''میرا شریف'' کے نام کی ایسی ہی برقی تاثیر سے تھا۔ بات یہ تھی کہ میں نے اپنے شیخ کریم سیدی خواجہ معین الدین چشتی بیر بلویؒ سے آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ فخر الدین چشتی کی میرا شریف میں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی بارگاہ میں حاضری اور ان سے اکتسابِ فیض کی ایمان افروز داستان سنی تو حضرت اعلیٰ میرویؒ کے حالاتِ مبارکہ سے مزید آگاہی حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس وقت کے صاحبِ سجادہ حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ میرویؒ کی بارگاہ میں اس خواہش کا اظہار کرتے ہوئے ایک عریضہ لکھا۔ جس کا حضرت ممدوح نے بکمال شفقت ایک پوسٹ کارڈ پر جواب عطا فرمایا۔ بیر بل شرف حاضر ہو کر حضرت ثالث میرویؒ کا یہ مکتوب گرامی میں نے خوشی خوشی اپنے شیخِ مکرم کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت مرشدیؒ نے بڑی محبّ و عقیدت سے دھیمی آواز کے ساتھ خط پڑھنا شروع کیا۔ جس کے دائیں کونے میں ''از میرا شریف'' تحریر تھا۔ آپؒ کے مبارک لبوں سے جونہی ''از میرا شریف'' کے الفاظ ادا ہوئے، آپ کی حالت متغیر ہو گئی۔ چشمانِ مبارک بھر آئیں اور آواز گلے میں رُندھ گئی، چنانچہ آپؒ نے خط پڑھنے کے لیے میری طرف بڑھا دیا۔ یہ میری طالب علمی کا دور تھا۔ وادیٔ طریقت سے دور، دنیائے جذب و مستی کی کیفیات سے نا آشنا ایک طالب علم کیا جانے کہ ان دو لفظوں میں آخر کیا چھپا ہوا تھا، جس نے حضرت پر یہ کیف طاری کر دیا۔ لیکن آج منہاج

ایجوکیشن سوسائٹی کے دفتر میں یہ راز آشکار ہو چکا تھا۔

کہتے ہیں مجنوں کو لوگوں نے دیکھا کہ اجڑے در و دیوار کو چومتا پھرتا ہے، بڑے حیران ہوئے، مجنوں نے کہا:

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِی
وَلٰکِنْ حُبَّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَ

ان گھروں کے کھنڈرات نے مجھے فریفتہ نہیں کیا، بلکہ میری یہ مستی اور وارفتگی اس محبوب کے لیے ہے جو کبھی اِن گھروں میں رہتا تھا، اس لیے اِن کھنڈروں کو چومتا پھرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک محبِّ صادق اپنے محبوب سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو سارے جہان سے عزیز تر جانتا ہے۔ کسی نے ایک عاشق سے پوچھا کہ کونسا شہر اچھا اور خوبصورت ہے۔ فوراً کہا:

آں شہرے کہ در وَے دلبر است

جہاں میرا محبوب رہتا ہے وہی شہر سب سے اچھا اور خوبصورت ہے۔

شہر خوباں میرا شریف آج سے ڈیڑھ صدی پہلے پنڈی گھیب کے پہاڑی ٹیلوں کے طویل سلسلہ میں ایک خشک اور بے آب و گیاہ ٹیلہ تھا، لیکن جب غوثِ زماں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پرُوردہ نگاہ حضرت خواجہ احمد قدس سرہٗ العزیز نے یہاں آ کر کٹیا بنائی تو یہ ٹیلہ کوئے معرفت کے طالبوں کا مرجع، غریبوں و بے کسوں اور بے سہارا لوگوں کی پناہ گاہ اور صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوؤں کے لیے مینارۂ نور اور چشمۂ ہدایت بن گیا۔

ملک عزیز کے معروف نعت گو شاعر جناب پروفیسر محمد اکرم رضا مرحوم اس شہر خوباں کو یوں

خراجِ محبت وعقیدت پیش کرتے ہیں۔

یہ میرا پاک کی تھی سر زمین، قندیلِ نورانی
یہاں سے پھوٹتے تھے چار سو، الطافِ یزدانی
یہیں پر دولتِ علمِ یقیں تقسیم ہوتی تھی
علومِ معرفت کی اس جگہ تفہیم ہوتی تھی
شہ احمد کے نورِ عام سے پُر نور تھی دنیا
رضاؔ مثلِ چراغِ طور تھی دنیا

اور ضیانیّر نے اپنی نظم میں لکھا:

میرا کی سرزمیں ہے محبت کی سرزمیں
جھکتی وہاں پہ اہلِ عقیدت کی ہے جبیں

حضرت خواجہ محمد فخر الدین بیر بلویؒ جب طلبِ مولا میں بغیر کسی خادم کے تنہا اس شہرِ مقدس کے لیے عزم سفر باندھتے ہیں تو اپنی مثنوی سفر مع رفت میں فرماتے ہیں:

بَر توکُل رفتم، اللہ لطیف
بے مصاحب، جانب میرا شریف
با محبت با ارادت، با نیاز
آنچناں حجاج در راہِ حجاز

یعنی میں اللہ تعالیٰ کے توکل پر بغیر کسی ہمراہی کے روانہ ہوگیا، میں محبت، ارادت اور نیازمندی کے ساتھ میرا شریف کی جانب یوں محوِ سفر تھا، جس طرح حاجی لوگ حجازِ مقدس کی راہ میں چلتے ہیں۔

یارانِ طریقت! آپ نے پاک دل اور پاک باز شعرا کا کلام مطالعہ فرمایا۔ بھلا اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے اس شہر کا نام سن کر صاحبِ نسبت کے دل میں گداز پیدا نہ ہو، یہ کیسے ممکن ہے؟ سو آج صاحبزادہ فخر احمد میرویؒ کی زبان پر اس شہرِ خوباں کا نام سن کر اپنے مرشدِ کریم پر گزرنے والی کیفییت کی حقیقت واضح ہوگئی۔

میرا شریف کے عظیم المرتبت روحانی خانوادہ کے اِس چشم و چراغ سے اگرچہ یہ ملاقات مختصر رہی، لیکن ان کے حسنِ اخلاق کا ایک نقشِ لازوال دِل پر چھوڑ گئی، انھوں نے منہاج میں میری خدمات پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا، اور بڑے خلوص و محبت سے مجھے میرا شریف آنے کی دعوت دی، کچھ عرصہ بعد ڈاک سے ان کی طرف سے ایک اشتہار موصول ہوا، جو میرا شریف میں عظیم الشان عالمی میلاد کانفرس سے متعلق تھا، اور جس میں حضرت صاحبزادہ محبوب حسین بیربل شریف کے ساتھ اس خاکسار کا نام بھی مہمانانِ خاص میں درج تھا۔

مجھے یاد ہے یہ تقریبِ سعید میرا شریف کی تاریخی جامع مسجد میں منعقد ہوئی تھی۔ جس کا وسیع صحن عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ سے بھرا ہوا تھا۔ اس محفل میں منفرد لہجہ کے صاحبِ طرز خطیب علامہ خان محمد قادری صاحب نے ''خفتِ الجنۃ بالمکارہ'' کے موضوع پر بڑا اثر انگیز خطاب فرمایا تھا۔ میرا شریف کی یہ پہلی تقریب تھی۔ جس میں خاکسار کو مخدومی حضرت محبوب حسین صاحب کی رفاقت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجھے اس تقریب میں مقبولِ بزمِ عارفاں حضرت خواجہ مقبول احمد میرویؒ، حضرت صاحبزادہ شہزاد احمد و دیگر صاحبزادگان ذی شان اور مشائخ مکھڈ شریف کی پہلی مرتبہ زیارت کا شرف ملا۔

اِس عظیم الشان جلسہ میں بیرونِ شہر سے آئے ہوئے کثیر مہمانوں کی وجہ سے انتہائی

مصروفیت کے باوجود حضرت صاحبزادہ فخر احمد میروی صاحب نے ہمیں خصوصی توجہ عطا فرمائی، اور ہمارے قیام وطعام کا نہ صرف بڑا عمدہ انتظام فرمایا۔ بلکہ خبر گیری کے لیے دو تین مرتب خود بھی تشریف لائے۔

حضرت صاحبزادہ فخر احمد میروی صاحب اور ان کے برادرِ محترم حضرت صاحبزادہ شہزادا احمد میروی صاحب کے زیر انتظام اور صاحبزادگانِ میرا شریف کے تعاون سے ہر سال منعقد ہونے والی، عالمی میلادِ کانفرس نے پورے خطے میں دھوم مچادی، لوگ دور و دراز اور دشوار گزار پہاڑی راستوں کو طے کرتے ہوئے بڑے ذوق وشوق سے اِس روحانی محفل میں شرکت کے لیے حاضر ہوتے، اور عشقِ رسول ﷺ کا درس لے کر جاتے۔ حضرت صاحبزادہ فخر احمد میرویؒ صاحب کی حیاتِ مستعار کی آخری میلاد کانفرنس گذشتہ سال تیسویں عالمی میلاد کانفرس تھی۔

تبلیغی اور دعوتی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ فروغِ علم اور اشاعتِ علومِ اسلامیہ کا بھی بڑا جذبہ رکھتے تھے۔ جس کا ثبوت میرا شریف میں خواجہ احمد تحفیظ القرآن اور اسلامک سنٹر کا قیام ہے۔ اس کے علاوہ انجمن چشتیہ سلیمانیہ کے تحت وسیع تر تعلیمی نیٹ ورک اور ایجوکیشن سسٹم جاری ہے۔ ان سکولوں میں سینکڑوں طلبا زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔

سَن تو یاد نہیں، اِن میلاد کانفرنسوں میں ایک کانفرس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے بھی خطاب فرمایا تھا۔ حضرت صاحبزادہ فخر احمد میرویؒ صاحب نے اپنے اس استادِ گرامی کے اعزاز میں بہت بڑا استقبالی جلوس بھی نکالا۔

حضرت صاحبزادہ فخر احمد میرویؒ صاحبِ طریقت اور دین کی خدمات میں مصروف، اہلِ علم اور اہلِ قلم کی بڑی قدر اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ ۲۰۰۵ء میں جب آستانہ عالیہ بیربل شریف سے خاکسار کی ادارت میں مجلّہ معین الاسلام کی اشاعت کا آغاز ہوا تو انھوں نے زبانی اور تحریراً اس پر بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ ان کے برادرِ محترم صاحبزادہ شہزادا احمد صاحب کا ایک مکتوبِ گرامی بھی مجلّہ میں شائع ہوا۔ جس میں انھوں نے مبارک باد کے ساتھ بڑی تحسین اور حوصلہ افزائی فرمائی، اور

قیمتی مشوروں سے نوازا۔ سیدی حضرت خواجہ محمد فخر الدین چشتی بیر بلویؒ کی کتاب ''فیضانِ میروی'' شائع ہوئی تو بار ہا اس کی تحسین فرمائی، اور اپنے حلقہ میں اسے متعارف کرایا۔ انھوں نے اس کتاب کے نئے ایڈیشن کی اشاعت میں اپنے مالی تعاون کی پیشکش بھی کی۔

صاحبزادہ صاحب موصوف بڑی متواضع طبیعت کے مالک تھے، میں نے رکھ رکھاؤ اور پروٹوکول سے انھیں بے نیاز دیکھا۔ ایک دن علی الصبح کوٹ خواجہ سعید لاہور سے قاری عمر حسین علوی نے آپ کی آمد اور یاد فرمانے کی اطلاع دی، حاضر ہوا تو یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی، کہ یہ میروی شہزادے قالین، گاؤ تکیہ اور مسندِ خاص سے بے نیاز ایک خالی سادہ سی چٹائی پر تشریف فرما ہیں۔ آپ بڑے تپاک سے ملے اور پھر کافی دیر تک اسی چٹائی پر بیٹھے اپنے اشاعتی اور تعلیمی منصوبوں پر گفتگو فرماتے اور مشاورت کرتے رہے۔ یہ بھی ان کا حسنِ اخلاق اور تواضع تھی کہ اپنی علالت اور مصروفیات کی بنا پر خود نہ آسکنے اور مجھے بلانے پر کئی مرتبہ معذرت فرمائی۔

آپ بیر بل شریف میں حضرت محبوب حسین صاحب اور ادارہ معین الاسلام کی بے مثال علمی روحانی اور تبلیغی خدمات کے بڑے مدّاح تھے۔ آپ کے برادرِ نسبتی جناب پروفیسر صاحبزادہ ساجد نظامی صاحب نے بتایا کہ صاحبزادہ فخر احمد میرویؒ صاحب نے ان کے ساتھ کئی مرتبہ بیر بل شریف جانے کا پروگرام بنایا، لیکن ہر مرتبہ اُن کی علالت یا کوئی اور مجبوری آڑے آجاتی رہی۔

افسوس کہ دستِ قضا نے چمنستانِ میروی کا یہ پھول ہم سے چھین لیا۔ جمعہ کی نماز سے قبل حضرت صاحبزادہ محبوب حسین صاحب نے آپ کے وصال پُر ملال کی غم انگیز خبر دی۔ جمعہ کی نماز کے بعد قیلولہ کے دوران خواب میں خود کو میرا شریف پایا، جہاں بتایا جا رہا ہے کہ حضرت صاحبزادہ فخر احمد میرویؒ صاحب کا جنازہ آستانہ مقدسہ تونسہ شریف پڑھایا جائے گا۔ دوسرے دن محترم قاری محمد نواز کھرل نے میرا شریف سے فون پر خبر دی کہ صاحبزادہ صاحب مرحوم کی نمازِ جنازہ غوثِ زماں حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے عظیم خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت خواجہ غلام اللہ بخش تونسوی دامت برکاتہم نے ادا فرمائی۔ اس خواب اور جنازہ سے صاحبزادہ فخر احمد صاحبؒ

کی مشائخِ تونسہ شریف کے ہاں قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عالمِ شباب میں رختِ سفر باندھنے والے صاحبزادہ فخر احمد میرویؒ صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک تھے اور وابستگانِ آستانہ، ان سے بہت سی امیدیں لگائے ہوئے تھے، لیکن

حیف کہ در چشمِ زدن صحبتِ یار آخر شد
فضلِ گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

[بشکریہ "معین الاسلام" بیربل شریف۔ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۴ء]

☆☆☆☆☆☆

جادۂ شوق کا مسافر خواجہ فخر احمد میرویؒ

سید محمد ازہر علی شاہ ہمدانی☆

دنیا کی آبادی اربوں پر مشتمل ہے اور اب تک اتنے ہی لوگ اس دنیا میں آئے اور آ کے دار البقا کے راہی بن گئے۔۔۔اور نہ جانے کتنوں نے اس جہانِ رنگ و بو کی رنگینیاں دیکھی ہیں۔۔۔ان میں اکثر وہ ہیں کہ جن کی زندگی کسی طور پر غیر معمولی اہمیت کی حامل رہی اور نہ ہی ان کی موت کسی پر اثر انداز ہوئی۔۔۔اور کم ہی لوگ ہیں جو اپنی آنکھوں میں کوئی خواب سجاتے ہیں۔۔۔پھر ان سے بھی کم لوگ ہوتے ہیں جو اِن خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے کسی منصوبہ بندی کے تحت عملی جدوجہد کرتے ہیں۔۔۔مگر وہ لوگ جو کسی نصب العین یا مقصد کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں اور اپنی زندگانی وقف کر دیتے ہیں۔ان کا شمار انگلیوں پر کیا جاتا ہے۔ایسے عالی ہمت اور مقصد شناس لوگوں میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کی ایک نامور اور فیض رساں خانقاہ میرا شریف کے خانوادے کے چشم و چراغ فخر المشائخ خواجہ فخر احمد میرویؒ کا شمار بھی ہوتا ہے۔خواجہ فخر احمد میرویؒ کا تعلق جس خانوادے سے ہے اس خانوادے سے ارادات اور عقیدت کی نسبت بھی کسی بیش قیمت سرمایہ اور افتخار سے کم نہیں۔ چہ جائیکہ اس خاندان سے نسبی تعلق ہونا اور ان کی امانتوں کا امین ہونا۔خواجہ فخر احمد میرویؒ کے پیشِ نظر یہی بات تھی کہ جس قدر نسبت بڑی ہے اور جس قدر تعلق گہرا ہے اسی قدر تقاضے بھی بڑے ہیں اسی وجہ سے خواجہ فخر احمد میرویؒ نے اپنی حیات

☆ ناظم اعلیٰ: مجلّہ ''قمر الاسلام''، پنجاب کالونی، خیابان جامی، کراچی

کا نصب العین جس چیز کو بنایا وہ عامت الناس کی فلاح اور ان کے دِلوں میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں کرنا تھا۔

خواجہ فخر احمد میرویؒ کو خالق و مالک نے جو حیاتِ مستعار بخشی تھی وہ ۴۶ برس تھی۔ انھوں نے صرف ۷۹۰، ۱۶ دن اس جہانِ فانی میں بسر کیے۔ انھیں شاید اس بات کا اندازہ تھا کہ وقت بہت کم ہے اور میری ذمہ داریاں زیادہ ہیں۔ اسی لیے انھوں نے اپنے نصب العین اور مقصد کے لیے عمر کے اس حصے میں عملی جدو جہد اور اقدامات شروع کر دیے کہ جس عمر میں لوگ دنیاوی مشاغل اور عیش وعشرت میں گھِر جاتے ہیں۔ خواجہ فخر احمد میرویؒ ابھی زیرِ تعلیم ہی تھے کہ انھوں نے بدعقیدگی کی یلغار کو بھانپ لیا اور اِس کے آگے بندھ باندھنے کے لیے محفلِ میلاد کا آغاز کر دیا۔ اور آگے چل کر ان محافل کو باقاعدہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی تحریک میں بدل دیا۔

انھوں نے آستانہ عالیہ میرا شریف پر عالمی میلاد کانفرس کا آغاز ۱۹۹۰ء میں شروع کیا اور گذشتہ ۲۵ سالوں سے بلا ناغہ یہ محفل نہایت ہی عقیدت و احترام اور تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوتی ہے۔ اس کانفرنس سے ڈاکٹر طاہر القادری، مولانا اشرف علی سیالوی، مولانا شبیر شاہ حافظ آبادی، مولانا مظہر اللہ سیالوی، مولانا خان محمد قادری، مولانا محمد انور قریشی اور مولانا ثاقب مصطفائی جیسے نامور خطبا اور عالمی سطح کی شخصیات نے خطابات فرمائے۔ اور اس تحریک کو قریہ قریہ۔۔۔ نگر نگر۔۔۔ کوچہ کوچہ۔۔۔ بستی بستی، یوں پھیلایا کہ آج چہار دانگِ عالم عشق خیرالانام اور درود و سلام کے نغمے گونجنے لگے۔ خواہ فخر احمد میرویؒ دور بین اور دور اندیش زیرک انسان تھے۔ وہ جانتے تھے کہ بھوکے کو کھانا کھلانا بھی عملِ خیر ہے۔۔۔ ننگے کا تن ڈھانپنا بھی نیکی ہے۔۔۔ کسی کی ضرورت پوری کرنا بھی بھلائی ہے۔۔۔ لیکن قوموں کی تقدیر سنوارنی ہو۔۔۔ انھیں اوجِ ثریا پر پہنچانا ہو۔۔۔ انھیں بلندیوں اور رفعتوں کی معراج دِلانی ہو۔۔۔ ان کے ساتھ احسان اور بھلائی کرنی ہو۔۔۔ تو انھیں زیورِ تعلیم سے آراستہ کر دو۔۔۔ انھیں علم کے نور سے منور کر دو۔۔۔ انھیں اس لازوال دولت سے ہمکنار کر دو۔۔۔ کہ۔۔۔ جس سے جہالت کی تاریکیاں چھٹ جائیں

۔۔۔جس سے ظلمت کی گھٹائیں مٹ جائیں۔۔۔جس سے غربت ثروت میں بدل جائے۔۔۔
جس سے بندہ خود کفیل تو بنے ہی بنے۔۔۔دوسروں کے لیے بھی ہادی اور رہنما بن جائے۔۔۔خوا
جہ فخر صاحب نے اپنی اِسی سوچ کہ تحت با قاعدہ خواجہ احمد میرویؒ سسٹم آف ایجوکیشن کا انقلابی
قدم اٹھایا اور اللہ رب العزت نے ان کے اِس اقدام کو وہ عروج اور ترقی عطا فرمائی، کہ آج میرا
شریف جو کہ تحصیل پنڈی گھیب کے ایک لنک روڈ پر ۲۸ کلو میٹر کی مسافت پر واقع دور افتادہ علاقہ
میں انٹرمیڈیٹ سطح تک بہترین تعلیمی ادارہ بن گیا۔اور قرب وجوار کی عوام جن کے لیے شہر جانا کسی
امتحان سے کم نہ تھا۔ان کے اولادیں اِس ادارے سے مستفیض ہو رہی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ
جامعہ چشتیہ فخر العلوم کے ذریعے تشنگانِ علم دین کے لیے ایک شاندار اور اعلیٰ دینی ادارے کا قیام
بھی آپ کا ایک زریں کارنامہ ہے۔اس کے علاوہ خواجگانِ میرا شریف کے ارادت مندوں کی
خدمت، ان کی تمام تر ضروریات۔۔۔طعام ورہائش اور لنگر خانے کے تمام معمولات، جس میں
خوش اسلوبی اور جانفشانی سے خواجہ فخر احمد میرویؒ نے نبھائے وہ نہ صرف قابل ستائش بلکہ قابلِ
تقلید بھی ہیں۔انھوں نے اپنے اسلاف کی امانتوں کا کما حقہ حق ادا کرنے کے لیے اپنی پوری
توانائیاں صرف کر رکھی تھیں۔

خواجہ فخر احمد میرویؒ کی ذات کا ایک اور پہلو انتہائی قابل رشک تھا۔اگر چہ متذکرہ بالا
اوصاف بھی قابلِ قدر تھے۔لیکن ان کے اس وصف پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدِ واثق ہے کہ یہ
ان کی بخشش کا سامان بنے گا۔اس قدر ہنگامہ خیز اور مصروف زندگی کے باوجود وہ اپنے لیے جنت
کے حصول کی خاطر۔۔وہ اپنی جنت۔۔۔اپنی والدہ۔۔کی خدمت کے لیے پورا پورا وقت نکالتے
تھے۔انھیں اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتے۔دوائیوں کا باقاعدگی کے ساتھ کھلانا۔۔رات کو اُن
کے پاؤں دبا کر۔۔انھیں سُلا کر۔۔پھر اپنے کمرے میں جانا۔۔یہ ان کا معمول تھا۔۔اگر چہ اہلِ
خانہ اور خدمت گزاروں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔۔لیکن والدہ صاحبہ کے معاملے میں کسی پر
بھروسہ نہ کرنا۔۔اور ماں جی کے تمام امور حتی الوسع اپنے ہاتھ سے سرانجام دینا۔آخری دم تک

ان کا وطیرہ رہا۔۔جس صبح ان کی طبیعت خراب ہوئی اُس رات بھی۔۔وہ والدہ کے پاؤں دبا کر ۔۔انھیں سُلا کر۔۔پھر آرام کے لیے اپنے کمرے میں تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ حکیم قرآن رحیم میں سورۃ النحل کی آیات میں ایسے نفوس قدسہ کے لیے فرمایا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ....

ترجمہ:

جس نے اچھا عمل کیا خواہ مرد ہو یا عورت۔وہ عمل ایمان و اخلاص کے ساتھ ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور اس کی نیکیوں کا عمدہ اجر عطا فرمائیں گے۔"

خواجہ فخر احمد میرویؒ بلاشبہ اِس آیت میں دی گئی بشارت کے مصداق تھے۔وہ ایک پاکیزہ زندگی گزار کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔امید ہے بارگاہِ خداوندی میں ایک مطمئن نفس کے ساتھ حاضر ہوئے ہوں گے۔ایسا نفس جو مطمئن ہو گا کہ میں نے دنیا کی عارضی زندگی کے اوقات اس کام میں لگائے جن میں لگنے چاہیے تھے۔گویا خواجہ فخر احمد میرویؒ ان نفوس میں شامل ہیں جو "لِسَعْيِهَا رَاضِيَه" یعنی اپنی محنتوں پر شاداں و فرحاں ہوں گے۔اور بہ زبانِ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ۔

حاصلِ عمر نثارِ رہِ یارِ کردم
شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کرم

ترجمہ:

میں نے اپنی زندگی کا کُل سرمایہ محبوب کی راہ میں نچھاور کر دیا، میں خوش ہوں اپنی بیتی ہوئی زندگی سے کہ میں نے وہی کیا جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔

متعلقین، مریدین اور وابستگانِ خواجہ احمد میرویؒ کے لیے اپنے مرشدِ مربی اور مہربان

کو نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کرنے کا اصل طریقہ یہی ہے کہ ان کی خدمات کو نہ صرف زندہ اور جاری رکھا جائے بلکہ تیز سے تیز تر کیا جائے۔ عنقریب روزِ قیامت خواجہ فخر احمد صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہونا ہے۔ یہ ملاقات خوشگوار ہوگی اگر خواجہ صاحب کے مشن سے وفا کی۔ اور اس کے برعکس اس مشن سے پہلوتہی کی تو خواجہ صاحب سے آنکھیں چار کرنا ممکن نہ رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کی شرمندگی گردن کا طوق بن جائے گی۔ اللہ تعالی اس رُسوائی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

[بشکریہ "قمر الاسلام" محرم الحرام تا ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ، کراچی]

☆☆☆☆☆

خانقاہِ معلیٰ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، تونسہ شریف (ڈیرہ غازی خان)

خانقاہِ معلیٰ حضرت خواجہ احمد میروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ، میرا شریف، (تحصیل پنڈی گھیپ۔ اٹک)

حضرت صاحبزادہ فخر احمد و صاحبزادہ شہزاد احمد صاحب 2008ء کی محفل نعت میں تشریف فرما ہیں